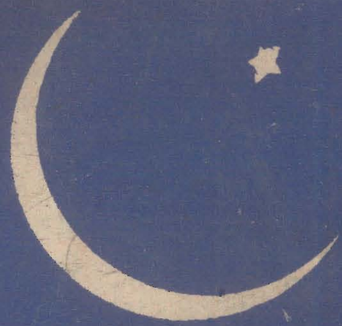


ہفت روزہ

خدام الدین

(لاہور)

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ



یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ضیائے مسجد و محراب و منبر

(از جناب بابو محمد قاسم صاحب ضیا لکھنوی)

سخندان و سخن سنج و سخن ور — جہاں گیر و جہاں بان و جہاں گر
سریر آرائے دیں اُمّت کے رہبر — خدا کے شیر و یاران پیمبرؐ

ضیائے مسجد و محراب و منبر
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

یہ غمخوارانِ اُمّت یارِ دیں تھے — نہیں شک اس میں کچھ سردارِ دیں تھے
زمانہ میں گل گلزارِ دیں تھے — فدائے حضرتِ سرکارؐ دیں تھے

ضیائے مسجد و محراب و منبر
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

انہیں کی ذات سے روشن ہوا دیں — ہوا ہر چار سو جلوہ نما دیں
جہاں میں شکل آئینہ بنا دیں — کہ سب دینوں سے کامل بن گیا دیں

ضیائے مسجد و محراب و منبر
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

دلوں میں کیوں نہ ہو عظمت انہیں کی — ملی خدمت نبیؐ کے جانشیں کی
بجی نوبت جہاں میں ملکِ دیں کی — بچھی صف ہر جگہ ذوقِ جبیں کی

ضیائے مسجد و محراب و منبر
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

بڑھی کعبہ کی زینت اُن کے دم سے — کھلے بخشش کے در اُن کے کرم سے
ہزاروں تشنہ لب آئے عجم سے — لٹے جامِ صداقت جامِ جم سے

ضیائے مسجد و محراب و منبر
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

یہ چاروںؓ جان تھے دینِ نبیؐ کی — کہ طرفہ شان تھے دینِ نبیؐ کی
گہر کی کان تھے دینِ نبیؐ کی — مےِ عرفان تھے دینِ نبیؐ کی

ضیائے مسجد و محراب و منبر
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

(ماخوذ از نغماتِ صداقت)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۱۳	۲۳- شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۵۷ء	شمارہ ۲

قوم کا امتحان قریب ہے

پاکستان کے وزیر داخلہ نے ایک حالیہ بیان میں کہا ہے کہ اب تمام سیاسی پارٹیاں انتخابات کے لئے تیاری کریں —— خدا کرے وقت معینہ پر انتخابات ہوجائیں۔ اگر ایسا ہُوا تو یہ پاکستان میں پہلے عام انتخابات ہونگے۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ایک آدھ دفعہ ہوچکے ہیں۔ لیکن ان کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ وہی لوگ برسر اقتدار آئے جن کی وجہ سے قوم کی ساکھ آج تک پٹ رہی ہے۔ اراکین اسمبلی کا ایک ہی نظریہ ہوتا ہے (اِلّا ماشاء اللہ) کہ رکنیت کے زمانہ میں زیادہ سے زیادہ ذاتی فائدہ حاصل کیا جائے۔ گزشتہ چند سال کی سیاسی تحریک کو کھنگالیں تو ہر غیرتمند پاکستانی کا سر ندامت سے جُھک جاتا ہے۔ نو سال تک ملک پر وہ پارٹی مسلّط رہی جس کا دعوےٰ تھا کہ اُس نے اُس مملکت کو جنم دیا تھا۔ لیکن اُس پارٹی کی بد افعالی سے اس کی ہر مرکزی اور صوبائی حکومت ناکامی اور نا اہلی کے سرٹیفکیٹ حاصل کرکے اختتام پذیر ہوئی۔ اُس جماعت پر مشتمل اسمبلیاں توڑی گئیں۔ اس جماعت کی وجہ سے جمہوری آئین معطّل کرکے شخصی حکومتیں ہوتی رہیں۔ اور اس کے بعد —— اسی پارٹی نے راتوں رات اپنے نام کا بوسیدہ لبادہ اُتار کر دوسرے نام کا چوغہ پہن لیا۔ چونکہ افراد وہی تھے۔ کردار وہی تھے اور چلن وہی تھے۔ اس لئے اس جماعت کا حشر بھی پیشرو جماعت سے مختلف نہ ہوا اب تک جو نمائندے آگے آتے رہے وہ انتخابات کے زمانہ میں تو قوم کے سب سے بڑے ہمدرد اور بہی خواہ بن کر آتے رہے۔ لیکن اسمبلیوں میں پناہ پاتے ہی قوم سے یوں بیگانہ ہو جاتے جیسے کبھی راہ و رسم نہ تھی اسمبلیوں کے اندر قوم کی تقدیر کا یوں سودا ہوتا۔ جیسے قوم ایک ریوڑ ہے۔ اور وہ اُس کے سوداگر —— آج اس پارٹی کے ساتھ —— کل اس جماعت کی آغوش میں، حقیقت میں وہ کسی کے ساتھ بھی نہیں۔

پاکستانی قوم —— ہم تجھ سے خطاب کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ کاش تو اتنی بھولی نہ ہوتی۔ ہم جانتے ہیں کہ تو اپنے اصلی بہی خواہوں کی آواز پر کم بلکہ بالکل توجہ دیا ہی نہیں کرتی بہرحال ہمیں تجھ سے کہنا ہے کہ چند دن بعد پُرانے شکاری نئے جال لائینگے سُنہری وعدے کرینگے۔ سبز باغ دکھائینگے لیکن تجھ سے اپیل ہے —— اللہ کے نام پر، حق و انصاف کے نام پر کہ خدا کے لئے دوست اور دشمن میں تمیز کرنا۔ اگر تونے دوستوں کا ساتھ دیا تو تیرے اوپر درندے سودا باز اور سوداگر مسلّط نہ ہوں گے۔ مانا کہ ہمارے اندر قحط الرجال سہی۔ لیکن ساری قوم مردم خور نہیں ہے اس میں کچھ بندگانِ خدا بھی ہیں۔ جو تیرے دُکھ درد پر کُڑھتے ہیں۔ لیکن قفس میں پرندے کی طرح تڑپتے ہیں۔

یاد رکھ —— تیرے امتحان کا وقت ہے۔ اگر اس دفعہ بھی تُو امتحان میں ناکام رہی تو پھر ع

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

ہم اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں۔ کہ وہ محض اپنے فضل وکرم سے قوم کو خدا پرست نمائندے منتخب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اُونٹ رے اُونٹ....؟

برّ صغیر کے مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ اس لئے کیا تھا۔ کہ اس خطّۂ زمین میں اُن کو کتاب و سُنّت کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کرنے کی آزادی ہوگی۔ اس وقت مسلمان کا نعرہ یہ تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈروں کی تقریروں میں اس وقت اسی بات کا اعلان کیا جاتا تھا۔ کہ اس خطّۂ زمین میں مسلمانوں کی تہذیب اور ثقافت کو از سرِ نو زندہ کیا جائے گا۔ جب تک پاکستان معرضِ وجود میں نہیں آیا قوم کو یہی پیغام دیا جاتا تھا۔

پاکستان بننے کے بعد برسرِ اقتدار طبقہ نے اپنے تمام وعدے بالائے طاق رکھ دیئے۔ مسلم لیگ ہو یا ریپبلیکن پارٹی یا عوامی لیگ دس سال کا عرصہ گزرنے لگا ہے۔ لیکن کسی جماعت کو یہاں پاکستان کا مقصد یعنی لا الٰہ اِلّا اللّٰہ کی ترویج کی توفیق نہ ہوئی۔ خدا بھلا کرے چوہدری محمد علی کا کہ اُنہوں نے مارچ ۱۹۵۶ء میں ہمّت کرکے پاکستان کو جمہوریہ اسلامیہ بنا دیا۔ مسودۂ آئین بھی پاس ہوگیا۔ اس وقت یہ خیال تھا کہ شاید اب پاکستان کے مسلمانوں کی امیدیں بر آئیں گی۔ لیکن ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

چوہدری صاحب مستعفی ہوگئے اور حالات پھر بگڑنے شروع ہوئے۔ موجودہ برسرِ پارٹی کی خواہش یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس خطّۂ زمین میں اسلام کا نام بھی باقی نہ رہنے پائے۔ ملتان کا ثقافتی میلہ لاہور میں رقص و سرود کے کالج کا قیام جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے وزیرِ اعظم کا بنکاک میں غیر محرم عورت کے ساتھ رقص۔ یہ سب باتیں برسرِ اقتدار پارٹی کے ارادوں کی آئینہ دار ہیں۔

قوم کی اکثریت بے بس ہے۔ برسرِ اقتدار طبقہ اسلام کا بدترین دشمن ہے۔ محدودے چند افراد یا مذہبی جماعتیں اس صورتِ حال کو بدلنے کے درپے ہیں۔ بظاہر مستقبل قریب میں

(باقی صفحہ ۵ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۱۶ - شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۵۷ء

اے حق پرست علماء کرام پاکستان میں بے دینی کا بے پناہ سیلاب آ رہا ہے اس کو روکنے کیلئے اپنی تقریروں اور تحریروں کے وزنی پتھروں کا سد سکندری بند باندھ دو

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادران اسلام - پاکستان بننے کے بعد یہ چیز مشاہدہ میں آ رہی ہے کہ جب اس ملک کو ہم کفرستان کے نام سے تعبیر کیا کرتے تھے - کیونکہ حاکم کافر تھا - اس وقت اسلامی احکام کی اتنی بے حرمتی نہیں ہوتی تھی - جتنی کہ اب ہو رہی ہے - مثلاً مندرجۂ ذیل چیزوں میں غور کیجئے - تب اور اب کا فیصلہ آپ بآسانی کر سکیں گے - (۱) مرکزی حکومت کے پرزوں میں کوئی تھا - جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ماننے سے انکار کرے - اور پھر علی الاعلان اپنے کفریہ عقیدہ کا پروپیگنڈا بھی کرے - باوجودیکہ کروڑہا مسلمانوں کے دلوں کی دل آزاری بھی ہو - اور حکومت اس سے کوئی باز پرس نہ کرے - (۲) کیا انگریز کے وقت میں حج پر جانے والوں کے لئے اتنی پابندیاں تھیں - جتنی اب ہیں - اس وقت میرا اپنا تجربہ یہ ہے - کہ روپے جیب میں ڈالے اور کراچی جا پہنچے - ٹیکہ لگوایا - ٹکٹ لیا اور جہاز پر سوار ہو گئے - اب ایک بڑا لمبا فارم پُر کرنا پڑتا ہے - اور وہ انگریزی میں ہے - وہ سوائے انگریزی دان کے کوئی پُر نہیں کر سکتا ہے - لہٰذا تمام دیہاتیوں کو وہ فارم پُر کرنے کے لئے کسی شہر میں آنا ضروری ہے - (۳) پھر ان دیہاتیوں کو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ فارم کہاں سے ملے گا - وہ بچارے شہر میں آ کر دھکے کھاتے پھرتے ہیں - (۴) انگریز کے وقت سفر حج کے لئے روپیہ لے جانے کی کوئی پابندی نہیں تھی - (۵) سفر عمرہ کے لئے حکومت پاکستان حرمین شریفین جانے والوں کو ایک روپیہ بھی نہیں دیتی - حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ آخر جدہ سے مکّہ معظمہ کے سفر کے اخراجات - مکہ معظمہ میں قیام کے اخراجات - کوئی بد قسمت مسلمان ہوگا جو عمرہ کے لئے جائے اور مکّہ معظمہ سے مدینہ منورہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارکہ کی زیارت کے لئے نہ جائے - اس سفر مبارک کے لئے حکومت پاکستان ایک پیسہ بھی نہیں دیتی - کیا یہ قانونی پابندی انگریز کے وقت میں تھی؟ اور کیا لندن جانے والوں پر بھی یہ پابندی ہے؟ کیا اس پابندی سے مسلمانوں کے دل مجروح نہیں ہیں - اور تو اور میرا یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے بحیثیت مسلمان ہونے کے حکومت کی اپنی پولیس اور اپنی فوج کے دل بھی مجروح ہیں - کیونکہ ان کے دلوں میں بھی خانہ کعبہ کی محبت اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یقیناً ہے - لیکن وہ ڈر کے مارے کہتے نہیں - اور حکومت کو شک ہو تو اُن کی آزادانہ رائے لے کر دیکھ لے میرا یقین ہے - کہ میرے پاکستان کی پولیس اور فوج ایماندار ہے - اور مقامات مقدسہ کی زیارت کو خوش نصیبی خیال کرتی ہے - ہاں البتہ پولیس یا فوج میں جو مرزائی ہوں گے - ممکن ہے کہ ان کے دلوں کو اس پابندی سے ٹھیس نہ لگتی ہو - اور ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے - (۶) انگریز کے وقت میں حاجی کے لئے فوٹو کھچوانا ضروری نہیں تھا - اب ضروری ہے - بچارے دیہاتی مسلمان کو کیا پتہ کہ فوٹو کہاں کھچوایا جاتا ہے - اب وہ بچارا فوٹو کھچوانے کے لئے کسی بڑے شہر میں کرایہ خرچ کر کے آئے - کیا یہ تشدّد بے جا نہیں ہے - اور کیا اس تکلیف دہی کے باعث مسلمانوں کے دلوں میں حکومت سے نفرت پیدا نہیں ہو گی - (۷) حکومت عمرہ پر جانے والوں کو ایک سو روپیہ لے جانے کی اجازت دیتی ہے - مگر شرط یہ ہے کہ حاجی وہ سو روپیہ واپس لا کر کراچی دکھائے کہ کہیں ارض مقدس میں خرچ تو نہیں کر آیا -

اس مرحلہ میں میرا واقعہ

جب میں بفضلہٖ تعالیٰ ۱۹۵۴ء میں مع اپنی اہلیہ کے عمرہ سے واپس آیا تو ہوائی جہاز کے اڈّے پر میری تلاشی لی گئی - تلاشی لینے والوں نے دریافت کیا کہ آپ کے پاس روپیہ کتنا ہے - میں نے کہا کہ تین سو روپیہ ہے - دو سو روپیہ حکومت پاکستان کے حکم کی تعمیل والا جو واپس لانا تھا - اور ایک سو روپیہ میرے ایک دوست نے دیا تھا - کہ حرمین شریفین سے ان کے لئے گھڑی خرید کر کے لاؤں - ان کی حسب منشا گھڑی نہیں ملی - وہ واپس لایا ہوں کہنے لگے کہ یہ تو خلافِ قانون ہے - میں نے کہا - خلافِ قانون ہے - تو ضبط کر لیجئے - اور کیا ہو سکتا ہے - کہنے لگے - اچھا آپ لیجائیے اجازت ہے -

ان پابندیوں کے متعلق مسلمانوں کی ذہنیت

سفر حجاز مقدس کی آمد و رفت میں ان ناقابلِ برداشت پابندیوں کے متعلق مسلمانوں کی ذہنیت یہ ہے - کہ ان سب کا باعث سر ظفر اللہ خاں ہے - کیونکہ پاکستان کے وزیر خارجہ ہونے کے لحاظ سے انہوں نے سفرِ حج میں یہ دقتیں پیدا کر دی ہیں - اور یہی وجہ تھی کہ ۱۹۵۳ء کے ہنگامہ دار و گیر اور کشت و خون میں مسلمانوں کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ

مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹا دیا جائے۔ لیکن ارکانِ حکومت اپنی ضد پر اڑے رہے۔ بالآخر ہُوا۔ یہ کہ مسلمان شہید بھی ہوئے۔ جیلوں میں بھی گئے۔ ان کی بد دُعا سے تحریک ختمِ نبوت کو کچلنے والے خود بھی کچلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ایک کو اپنے عہدوں سے گرایا۔ ذلیل بھی ہوئے۔ اور بالآخر ظفر اللہ خاں علیحدہ بھی ہو گئے۔ شعر

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از ہزار رسوائی

ایک ایسی مثال

پہلے بھی سُنی تھی۔ پُرانے زمانے میں گھروں کی کچّی دیواروں میں بناتے وقت کچّا یا ہانڈی گاڑ دیا کرتے تھے۔ تاکہ کوئی چیز اس میں رکھی جا سکے۔ ایک بکری نے اس ہانڈی میں سر داخل کر لیا۔ سر اندر تو چلا گیا۔ اب اُلٹا باہر نہ نکلے۔ کیونکہ سینگ اٹکتے تھے۔ بڑے پریشان ہوئے۔ بالآخر اس قوم میں ایک سب سے بڑا عقلمند تھا۔ اس سے پوچھا کہ یہ مشکل کس طرح حل کی جائے۔ اس نے مشورہ دیا کہ پہلے دیوار گرا دو۔ تاکہ ہانڈی باہر نکل آئے۔ پھر بکری ذبح کر دو۔ پھر ہانڈی توڑ کر بکری کا سر نکال لو۔ ماشاء اللہ کیسا عجیب مشورہ ہے۔ دیوار بھی گر گئی۔ بکری بھی ذبح ہو گئی۔ ہانڈی بھی ٹوٹ گئی۔ پھر بکری کا سر بھی نکل آیا۔

تب اور اب کا نمبر

(۸) کیا انگریز نے بھی کبھی رقص و سرود کے اتنے وسیع پیمانہ پر حکومت کے خرچ سے میلے کئے تھے۔ جن میں غیر ممالک کے گانے والے اور گانے والیاں منگوائی گئی ہوں۔ اور حکومت کے خزانہ سے اسّی ہزار روپیہ خرچ کیا جانے کی منظوری دی ہو۔ پھر کیا مسلمانوں نے اس کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ اور کیا حکومت نے اس معاملہ میں شکستِ فاش نہیں کھائی۔ اور لوگوں کی نظروں میں اپنا وقار نہیں گرایا۔ (۹) کیا یہ شہر لاہور میں زبان زد خلائق نہیں ہے۔ کہ ہندو سکھ اور مسلمان جتنا تینوں قومیں لاہور میں شراب پیتی تھیں۔ وہ فقط اکیلی مسلمان قوم اتنا پیتی ہے۔ اور اس شراب نوشی کی کثرت کا ذمہ دار مسلمان حکومت کو قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر حکومت بند کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ مگر نہیں کرتی۔ اگر حکومت تحقیق کرنا چاہے۔ تو اس مسئلہ پر رعایا سے ووٹ لے لے۔ (۱۰) کیا اخباری اطلاع کی بناء پر لاہور میں انگریز کے وقت میں علاوہ لاہور کے چکلہ کے پرائیویٹ زنا کے پانچ ہزار اڈّے تھے۔ جواب ہیں (۱۱) کیا انگریز کے وقت میں ایسے سکول اس نے کھولے ہوئے تھے۔ جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کو ناچنا اور گانا سکھایا جاتا ہو (۱۲) کیا انگریز کے وقت میں سرکاری محکموں میں رشوت کی اتنی گرم بازاری تھی۔ (۱۳) کیا انگریز کے وقت میں قاتل عدالت سے بخیر و خوبی دندناتے ہوئے باہر آ سکتے تھے جس قدر کہ اب قاتل بری ہو کر آ جاتے ہیں۔ (۱۴) کیا انگریز کے زمانہ میں سرکاری خزانے میں اتنا غبن ہوتا تھا۔ جتنا اب ہوتا ہے۔ کیا فرانس سے جو ریل گاڑی کے ڈبے بنوائے گئے تھے۔ کیا اس سلسلہ میں مغربی پاکستان کے باشندوں کی زبان پر یہ فقرہ نہیں ہے۔ کہ بنوانے والے افسروں نے اس مد کا کروڑوں روپیہ غبن کر لیا ہے۔ اور ڈبے ردّی بنوا کر پاکستان میں پیش کر دیئے ہیں۔ (۱۵) کیا ذمہ دارانِ حکومت نے ان افسروں سے باز پرس کر کے رعایا کی تسلّی کی ہے۔ اور بھی اس قسم کی کئی چیزیں ہیں جو ذمہ دارانِ حکومت کی لاپرواہی سے بڑھ رہی ہیں۔ اور پاکستان کے تنزّل کا باعث بن رہی ہیں۔ اور پاکستان خود اپنے باشندوں کی نظر میں تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ اگر حکومت کو اس بات میں شبہ ہو تو رعایا سے ووٹ لے کر معلوم کر لے۔ (۱۶) کیا انگریز کے وقت میں اقربا نوازی کا یہ شور سُنا جاتا تھا۔ جواب سُنا جا رہا ہے۔ کیا ذمہ دارانِ حکومت نے کمر بستہ ہو کر دس سالہ پاکستان کی زندگی میں کوئی مؤثر قدم اُٹھایا ہے۔ مثلاً کتنے کینہ پرور افسروں کو اس بد دیانتی کے جرم میں موقوف کیا ہے۔ اور کتنوں پر مقدمے چلا کر جیل کی کوٹھڑیوں میں بند کیا ہے۔ (۱۷) ۱۰ مئی ۱۹۵۷ء کے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں یہ خبر ہے کہ وزیر اعظم پاکستان بنکاک میں فرانس کے سفارتخانہ میں ایک عورت کے ساتھ بغلگیر ہو کر ناچ رہے ہیں۔ کیا وزیر اعظم پاکستان کی یہ نازیبا حرکت مملکت پاکستان کی توہین نہیں ہے۔ جس کا مقصد بتلایا گیا تھا کہ لا الٰہ اِلّا اللہ ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو پبلک سے ووٹ لے کر دیکھ لیجئے۔

میرے معزز برسرِ اقتدار بھائیو۔

بحالات موجودہ میرا نظریہ سُن لو۔

(ا) پاکستان کو زندہ۔ درخشندہ۔ پائندہ دیکھنے کا متمنی ہوں۔

(ب) برسرِ اقتدار طبقہ کا ذاتی طور پر مخالف نہیں ہوں کہ آپ ہٹ جائیں اور میں یا میری جماعت آپ کی کرسیوں پر قابض ہو جائے۔

(ج) میں چاہتا ہوں کہ جس وعدہ پر خدا تعالیٰ سے پاکستان لیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ پاکستان کا مقصد کیا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ مسلمان ہونے کے لحاظ سے بلکہ انسانی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ایفاء کیا جائے تاکہ خدا تعالیٰ کے دربار میں غدّاروں کی فہرست میں نام نہ لکھایا جائے۔

(د) لا الٰہ الا اللہ کا مطلب یہ تھا کہ اس ملک میں خدا تعالیٰ کے قانون یعنی قرآن مجید کو دستور العمل بنایا جائیگا۔ اور قرآن مجید کی صحیح تفسیر اور شرح وہ ہو گی جو حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے۔ اگر اس میں شک ہو۔ تو ہر مکتبِ خیال کے مسلمانوں سے ووٹ لے کر دیکھ لیجئے۔ اس سلسلہ میں سوائے بد نصیب پرویز کے (جو اب حکومت پاکستان کے زیر سایہ پیدا ہُوا ہے اور اس کے گمراہ کردہ مسلمانوں کی تعداد ایک فیصدی بھی نہیں ہوگی) باقی سب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اور قرآن مجید کی صحیح تفسیر وہی مانتے ہیں جو ارشادات نبویہ کی ہے۔

(ہ) بحیثیت کتاب و سنّت کا خادم اور ناشر ہونے کے لحاظ سے اپنا اور تمام علماء کرام کا فرض سمجھتا ہوں کہ ملک و ملّت کی خیر خواہی کے جذبہ کے ماتحت ذمہ دارانِ حکومت کے کانوں تک کتاب و سنّت کا پیغام پہنچائیں۔ تاکہ وہ اس کی روشنی میں حکومت کا نظام بنائیں۔ اور چلائیں۔

نتیجہ

اس طریقہ پر نظام حکومت چلانے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہونگے۔ مسلمان راضی ہونگے۔ ان کے دلوں سے دعاءِ خیر نکلے گی۔ حکام دنیا کی دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی

مدد سے پاکستان ناقابلِ تسخیر ہو جائے گا۔

(و) حق پرست علماء کرام کا فرضِ منصبی اس لئے ہے۔ کہ

اللہ تعالیٰ کی عادت یہی رہی ہے جب کوئی قوم سیدھے راستہ سے بھٹک جاتی تھی تو اُن کی راہ نمائی کے لئے نبی بھیج دیتا تھا

اب حق پرست علماءِ کرام اس فرض کو انجام دیں گے

کیوں

ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد دُنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور قرآن مجید اور احادیث الرسول اس عقیدہ کی شاہد عدل ہیں جب نبی کوئی نہیں آئے گا۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آنے والی نسلِ انسانی کی راہ نمائی کا کیا انتظام ہوگا۔ اس کے متعلق مسند امام احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی میں حضور کا ارشاد بایں الفاظ موجود ہے۔ " اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ۔ "

ترجمہ۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور بیشک انبیاء نے دینار اور درہم ورثہ میں نہیں چھوڑے۔ اور سوائے اس کے نہیں۔ کہ انہوں نے علم کا ورثہ چھوڑا ہے۔" جو علماء نے پالیا ہے۔

ان علماء سے مراد فقط وہ علماء ہیں۔ جو علمِ نبوی کی اشاعت کرنے والے ہیں

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ علماء کی دو قسمیں ہیں " عن الاحوص بن حکیم عن ابیہ قال سال رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلّم عن الشرّ فقال لا تسئلونی عن الشرّ وسلونی عن الخیر یقولھا ثلاثا ثم قال الا ان شرّ الشرّ شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء

رواہ الدارمی۔ ترجمہ احوص بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے شر کے متعلق سوال کیا۔ تب آپؐ نے فرمایا۔ مجھ سے شر کے متعلق نہ پوچھو۔ اور مجھ سے خیر کے متعلق پوچھو . . . . ۔ آپ نے یہ کلمہ تین مرتبہ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ خبردار ہو۔ کہ شریروں میں بدترین بُرے علماء ہیں۔ اور بھلے لوگوں میں سب سے بہتر بھلے علماء ہیں۔

میں کہا کرتا ہوں کہ اگر عالم حق پرست ہو۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام کے دین کی اشاعت کرنے والا ہو۔ تو ٹھیک بہشت میں پہنچا دیگا اور اگر خود ساختہ دین سکھاتا ہے۔ تو ٹھیک جہنّم میں پہنچائے گا۔

بہتّر گمراہ فرقوں میں بھی علماء ہونگے

ترمذی شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ " وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّةً وَّتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ۔" (ترجمہ) اور بیشک بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور میری اُمّت تہتّر فرقوں میں بٹے گی۔ سب دوزخ میں جائیں گے۔ مگر ایک فرقہ۔ انھوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

برادرانِ اسلام۔ بہتّر گمراہ فرقوں میں گمراہ کرنے والے بھی علماء ہی ہوں گے کیونکہ جاہل تو اپنے مافی الضمیر کو بیان ہی نہیں کرسکتا۔ چہ جائیکہ دوسروں پر اپنا اثر ڈال کر انہیں اپنا ہم رنگ بنالے۔

عوام ہر عالم سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں

مسلمانوں کے عوام کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ ہر عالم سے دریافت کریں کہ جو دین آپ ہمیں سکھا رہے ہیں۔ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوکر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹ بولے گا۔ تو بخاری شریف کی روایت کے مطابق وہ دوزخ میں جائے گا۔ آپؐ کا فرمان ہے۔ " مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ "

(ترجمہ) جس شخص نے مجھ پر دانستہ جھوٹ بولا۔ تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔

علم نبوی کی اشاعت کرنیوالے علماء کرام کا فرض ہے

کہ اگر مسلمان عوام ہوں یا خواص کتاب و سُنّۃ کے راستہ سے ہٹ جائیں تو اپنے دنیوی مفاد سے قطع نظر کرتے ہوئے ان کی راہ نمائی کریں۔ اسی بناء پر میرا فرض ہے۔ کہ میں مغربی پاکستان کا باشندہ ہونے کے لحاظ سے مسلمانوں کو متنبہ کروں کہ آپ غلط راستہ پر جا رہے ہیں اللہ تعالےٰ سے پاکستان مانگتے وقت قائدِ اعظم مرحوم نے اور آپ مسلمانوں نے جو وعدے کئے تھے کیا ان میں پاکستان کی دس سالہ زندگی میں ایک بھی پورا کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر آپ کو میری اس رائے سے اختلاف ہو تو پبلک سے ووٹ لے کر دیکھ لیجئے۔

میرے بھائیو تمہاری خیرخواہی

کے لئے کہتا ہوں کہ اس بدعہدی سے توبہ کرو۔ اور اپنے وعدوں کو پُورا کرو۔ اپنی دنیا بھی سنوارلو اور قبر کے عذاب اور جہنّم کے عذاب سے اپنے آپ کو بچالو۔ ورنہ تمہارا انجام بھی وہی ہوگا۔ جو پہلی نا عاقبت اندیش قوموں کا ہُوا تھا۔

وہ انجام کیا تھا

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْاَلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝ سورۃ الانبیاء رکوع ۲ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظالم تھیں غارت کردیا ہے اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب اُنہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ مت بھاگو اور لوٹ جاؤ۔ جہاں تم نے عیش کیا تھا۔ اور اپنے گھروں میں جاؤ۔ تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے۔ ہائے ہماری کمبختی۔ بیشک ہم ہی ظالم تھے۔ سو ان کی یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں ایسا کردیا جس طرح کھیتی کٹی ہوئی ہو۔ اور وہ بجھ کر رہ گئے

پاکستان کے باشندو

اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ شریعت اسلامی پر چلو۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے خلاف بھی اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آئے اور تمہارا حال بھی وہی ہو۔ جو پہلی قوموں کا ہوچکا ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

مجلسِ ذِکر

منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۵۔شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدمنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل عَلَیۡہِ ونعوذ باللّٰہِ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یَّھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یُّضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد اَنَّ سیّدنا ومولٰنا محمدًا عبدہٗ ورسولہ۔

اَمّا بعد۔ ہمارا یہ اجتماع اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے امراض روحانی سے شفا پانے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کے لئے ہوتا ہے۔ ہم اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ ہم عبدیت کا حق ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔ حاصل یہ ہے کہ ہماری اصلاح حال ہو جائے۔ آج کی تقریر کا عنوان ہے۔

اِنسان کے سارے وجود میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کو صرف دِل پیارا ہے

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ؕ سورہ الشعراء رکوع ۵ پارہ ۱۹

ترجمہ۔ جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی۔ مگر جو اللہ کے پاس سالم دِل لے کر آیا۔

سالم دل کا یہ مطلب ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کا خیال دل میں نہ سمائے۔ ماسوا اللہ دل سے نکل جائے۔ مطلوب ہو تو اللہ تعالےٰ۔ مقصود ہو تو اللہ تعالےٰ۔ محبوب ہو تو اللہ تعالےٰ۔ مال اور اولاد سے دُنیا میں عزت ملتی ہے۔ اگر ایک شخص کے بارہ بیٹے ہوں اور پندرہ داماد تو اس کو کوئی کچھ کہہ سکتا ہے۔ اگر کوئی کچھ کہے تو اس کی آنکھیں نہ نکال کے رکھ دیں۔ اللہ والوں کے ہاں یہ نہیں ہوتا ہے

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ترجمہ۔ جہاں میں جن کے جسم غبار آلودہ ہیں۔ اُن کو تو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ۔ تجھے کیا معلوم کہ اس گرد میں کوئی شہسوار ہو (یعنی اور کے نزدیک وہ نہ معلوم کتنا معزز ہو اور تم اُسے حقیر سمجھ کر اللہ کو ناراض کر بیٹھو)

اللہ والوں کی پسندیدگی کے اسباب اور ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے مذکورہ بالا آیت میں دل ہی کا نام لیا ہے نہ ہاتھوں نہ پاؤں نہ آنکھوں اور نہ کانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے اللہ والوں کی صفات کا ذکر فرماتے ہوئے دل ہی کا ذکر فرمایا ہے۔ وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ اَنَّهُمۡ اِلٰی رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ ۙ

سورہ المومنون رکوع ۴ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ اور جو دیتے ہیں۔ جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اُن کو ڈر اس بات کا ہے کہ خدا جانے ثواب ملتا ہے یا عذاب ہوتا ہے۔ ایک اور جگہ بھی دل کا اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے۔ مَنۡ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِیۡمَانِہٖۤ اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَقَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ الآیہ

سورہ النحل رکوع ۱۴ پارہ ۱۴

ترجمہ۔ جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ سے منکر ہُوا مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو۔ اور اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

دل میں اگر ایمان ہو اور کسی مجبوری کی وجہ سے بظاہر کلمہ کو بھی زبان سے کہلوایا جائے تو ایسا شخص اللہ تعالےٰ کو پیارا ہے۔ دین کے دشمن بظاہر کلمۂ کفر تو زبان سے کہلوا سکتے ہیں۔ مگر دل نہیں نکال سکتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مراد کے شارح ہیں۔ اس لئے آپؐ کے ہاں بھی سارے جسم میں دل ہی قابلِ قدر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ فِی الۡجَسَدِ لَمُضۡغَةً اِذَا صَلَحَتۡ صَلَحَ الۡجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتۡ فَسَدَ الۡجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الۡقَلۡبُ ؕ

ترجمہ۔ تحقیق (انسان کے) جسم میں البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار اور وہ دل ہے۔

اس ارشاد میں حضورؐ بھی وجود کی بھلائی یا بُرائی کا مدار دل پر رکھ رہے ہیں۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ دل بادشاہ ہے۔ دماغ اس کا وزیر اور اعضا اس کی فوج ہیں۔ دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے۔ دماغ مشورہ دیتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے یا غلط۔ اگر دماغ دل کی تائید کر دے تو پھر اعضا تعمیل حکم کرتے ہیں۔ اگر ایک انسان بظاہر کریہہ المنظر ہو۔ لیکن اگر اُس کا دل نورِ ایمان سے بھرپور ہے۔ تو وُہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک کافر بظاہر خوبصورت ہے۔ ہزارہا روپے کا لباس زیبِ تن ہے۔ مرصع تاج سر پر ہے۔ لیکن چونکہ اس کا دل ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں اُس کی کوئی قیمت نہیں۔ سورہ بقر رکوع ۹ پارہ ۱ میں اللہ تعالےٰ یہود کے متعلق فرماتے ہیں۔ ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِیَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الۡحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنۡهُ الۡاَنۡهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا یَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡیَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ۔

ترجمہ۔ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ گویا کہ وہ پتھر ہیں۔ یا ان سے بھی زیادہ سخت اور بعض پتھر تو ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ کر نکلتی ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو پھٹتے ہیں۔ پھر ان سے پانی نکلتا ہے۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض پتھروں سے متعدی فائدہ ہوتا ہے۔ اُن سے دریا

اور چشمے نکلتے ہیں۔ جن سے بے شمار مخلوق کو نفع ہوتا ہے۔ بعض پتھر اگرچہ متعدی فائدہ پہنچانے کے قابل نہیں ہوتے۔ مگر وہ خود اللہ تعالےٰ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں یہ آیت صرف یہود کے متعلق ہی نہیں بلکہ سب انسانوں کے متعلق ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر انسان کے منہ میں خوفِ خدا کی لگام نہ ہو تو اس جیسا موذی، کمینہ اور درندہ صفت اللہ تعالےٰ نے کوئی جانور پیدا نہیں کیا۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

سورہ النّٰزعٰت رکوع ۲ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اپنے نفس کو بری خواہش سے روکا سو بیشک اس کا ٹھکانا بہشت ہی ہے۔ اللھم اجعلنا منھم۔

اللہ والے بھی یہی سکھلاتے ہیں کہ سب میں رہو لیکن دل خدا کے سوا کسی کو نہ دو۔ یعنی دل میں فقط رضائے الٰہی مطلوب ہو۔ تاکہ جب پیغامِ موت آئے تو خوشی خوشی اس جہان سے رخصت ہو جاؤ ؎

دلا تو رسم تعلق زمرغِ آبی جو
گرچہ غرق بہ دریا است خشک برخاست

کسی نے کیا خوب کہا ہے ع

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

بیوی بچّے اور دُنیا کا دوسرا سازوسامان یہ سب کھلونے ہیں۔ جب مرنے کے بعد ان سب کو چھوڑنا ہے تو پھر ان کے ساتھ دل کو کیوں وابستہ کیا جائے۔ مَیں جرأت اور دعوے سے کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی صحبت کے بغیر رنگ نہیں چڑھتا۔ آپ میں سے ہر شخص نے کوئی نہ کوئی فن حاصل کیا ہُوا ہے۔ اس کے لئے ہر ایک کو اس فن کے ماہر کی صحبت میں زندگی کا معتدبہ حصہ صرف کرنا پڑا ہے۔ اِدھر بھی یہی قانون ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں دل میں دُنیا کی طرف سے سرد مہری پیدا ہو جاتی ہے اور طبیعت کا میلان اللہ تعالےٰ کی طرف ہو جاتا ہے۔ آج کا یہی سبق ہے۔

اللہ والے نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ ان کا مقولہ ہے ؎

پاسبانِ دل شو اندر کُلّ حال
تا نہ یابد ہیچ دزد آنجا مجال ۴۴

۴۴ اس شعر میں ماسوا اللہ کے خیال کو چور بتلایا گیا ہے۔ اگلے شعر میں اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں ؎

ہر خیالِ غیرِ حق را دزد داں
ایں ریاضت سالکاں را فرض داں

اللہ تعالےٰ جو کچھ بھی مجھ سے کہلوا رہا ہے۔ دُعا کیجئے کہ وہ مجھے اور آپ کو ایسا بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

تاجر۔ ملازم پیشہ اور کاشت کار اگر اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے ہر کام کریں تو اُن کا ہر کام عبادت کے دائرہ میں آسکتا ہے۔ اگر ایک شخص اللہ کی رضا کے خلاف ایک پیسہ بھی خرچ کرے گا تو وہ مسرف ہوگا۔ لیکن اس کی رضا کے مطابق لاکھ روپیہ خرچ کرنا عبادت سمجھا جائے گا۔

علیحدگی میں بیٹھ کر سوچا کیجئے کہ دل میں اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب مقصود اور محبوب ہے یا ماسوا اللہ کی۔ اللہ والوں کی اصطلاح میں اسے مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبہ کرنے سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ آہستہ آہستہ طبیعت کا رخ بدل جائے گا۔

عذابِ الٰہی کی مختلف صورتیں

امراض و بائیں قحط۔ ان کا علاج استغفار اور انابت الی اللہ

(کذٰلک یخوف اللہ بہ عبادہٗ یا عبادِ فاتقون)

(از جناب زبدۃ الحکماء الحاج حکیم عبدالرحمٰن شاہ خلیل، نظام آبادی)

اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وجہ سے مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً تنبیہ ہوتی رہی۔ اور اکثر عذاب آتے رہے۔ چنانچہ اقوامِ سابقہ میں بھی یہی سنت اللہ جاری رہی۔ جب کبھی کوئی کوئی قوم احکامِ الٰہی سے غافل ہو کر باغی ہو جاتی تو اللہ تعالےٰ اُن کی تنبیہ کے لئے مختلف قسم کے عذابوں میں اُن کو مبتلا کرتا۔ چنانچہ قرآن شریف میں مختلف قوموں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ سورہ عنکبوت رکوع ۴ پارہ ۲۰ ۴

۴ یعنی نافرمانی کی وجہ سے بعض قومیں طوفان باد و باراں سے ہلاک ہوئیں اور بعض سخت اور مکروہ چیخوں اور تباہ کن بمباری کی سخت آوازوں سے برباد ہوئیں اور بعض قومیں خطرناک زلزلوں کی وجہ سے زمین میں دھنس کر فنا ہوئیں اور بعض باد و باراں اور سمندری طوفان کی وجہ سے ہلاک اور برباد ہوئیں۔ یہ اُن پر ظلم نہیں تھا بلکہ انہوں نے اپنی کرتوتوں کی سزا پائی اور سطح ارض اُن سے پاک ہوئی۔ اگر لوگ مسلمان بنے رہیں اور اللہ و رسولؐ کے احکام کی پابندی کریں تو اللہ تعالےٰ کی تمام نوازشات، مہربانیاں اور احسانات

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

(بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے)

حالات کے پلٹا کھانے کی امید نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالےٰ اگر چاہیں۔ تو وہ کلمۂ کن سے انقلاب برپا کرسکتے ہیں۔ ؎

تُو جو چاہے تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہروِ دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب

(علامہ اقبال مرحوم)

ان حالات میں ہم اُسی سے دُعا کرسکتے ہیں کہ اے اللہ تو اپنے کلمۂ طیبہ کی لاج رکھ لے اور اس سرزمین کو صحیح معنوں میں پاکستان بنا دے۔

ساتھ ہی ہم برسرِاقتدار طبقہ سے بھی کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ آپ جس ڈگر پر جا رہے ہیں۔ وہ تباہی کا راستہ ہے۔ خدا را سنبھلئے اپنے آپ کو بھی اور قوم کو بھی تباہی سے بچائیے کیا وزارتوں کی تبدیلیاں۔ آئے دن کے سیلاب۔ قحط کے آثار۔ اشیاء ضروریہ کی گرانی۔ یہ سب چیزیں آپ کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ اگر اس وقت بھی نہ آپ سنبھلے تو پھر آپ کے سنبھلنے کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

متقی اور اُن کی جزا

(از جناب چوہدری قطب الدین صاحب حکیم حاذق و مبلغ اسلام ملتان چھاؤنی)
گزشتہ سے پیوستہ

پرہیزگار کے لئے استقامت کی ترغیب

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ سورہ آل عمران رکوع ۱۹ پارہ ۴

ترجمہ۔ اگر تم صبر کروگے اور پرہیزگاری کروگے تو یہ بہت بڑا ہمت کا کام ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ اپنے ایماندار اور پرہیزگار بندوں کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں کہ جب تم ایمان لاکر صبر کروگے اور پرہیزگار بن جاؤگے تو پھر اس کے علاوہ اور آزمائشیں بھی تمہاری ہوتی رہیں گی یعنی مالی اور جانی قربانیاں بھی دینی پڑیں گی۔ مثلاً مال کا تلف ہو جانا۔ فصلیں تباہ اور باغات کا نقصان ہونا اور خویش اقربا کی جدائیاں اور کفار اور مشرکین کی ایذا رسانیاں برداشت کرنا ہوں گی۔ یعنی اللہ عزاوجل شانہٗ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو دیکھنا کہیں مصائب کو دیکھ کر گھبرا نہ جانا یہ ایک بہت بڑے حوصلے کا کام ہے۔

ثابت قدم رہنے والوں کی ایک سچی مثال

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ سورہ انبیاء رکوع ۶ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور ایوبؑ کا ذکر کرو۔ جبکہ انہوں نے مرضِ شدید میں مبتلا ہونے کے بعد دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں

مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ اس مثال سے اپنے ایماندار لوگوں کا حوصلہ اور ڈھارس بندھواتے ہیں۔ کہ سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کو دیکھو کہ ایسی شدید مرض میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی ان کا پائے اثبات ڈگمگانے نہیں پایا۔ اس قصہ کو قارئین کرام کی خدمت میں تفصیلاً عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ حضرت ایوبؑ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ صاحب اولاد اور صاحب مال اور صابر و شاکر انسان تھے۔ یہ دُنیاوی جاہ و حشم ان کو اللہ کی یاد سے ایک لمحہ بھی غافل نہ کر سکتا تھا۔ شیطان لعین چونکہ اللہ کے نیک بندوں کا روزِ ازل سے دشمن ہے یہ ایسے بندوں کو اغوا کرنے کی غرض سے داؤ پیچ لڑاتا رہتا ہے۔ اس نے اپنا بہتیرا زور لگایا۔ لیکن کوئی پیش اور چارہ نہ گیا۔ تو آخر اللہ تعالےٰ نے فرمایا او لعین یہ میرا صابر اور شاکر بندہ ہے تو اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ اس پر شیطان نے کہا۔ مولا یہ ہر طرح سے خوشحال ہے۔ پھر کیوں نہ صابر و شاکر ہو کر رہے۔ مزا تو جب ہے کہ تمام نعمتیں ختم ہو جائیں اور پھر یہ صابر رہے۔ الغرض اللہ تعالےٰ نے حضرت ایوبؑ کے دل اور زبان کے علاوہ سب چیز پر شیطان کا تسلط کر دیا۔ اب اس مردود نے پہلے مال کو ختم کرکے حضرت ایوب علیہ السلام کو خبر دی تو آپ نے فرمایا الحمد للہ پھر تمام پکے ہوئے کھیتوں اور کھلیان کو آگ لگا دی اور حضرت ایوبؑ کو خبر دی تب بھی آپ نے فرمایا۔ الحمد للہ پھر اس خناس نے بال بچوں پر چھت گرا کر شہید کر دیا اور حضرت کو خبر دی۔ تو صبر و شکر کا اظہار فرمایا۔ پھر اس نابکار نے حضرت ایوبؑ کے جسم پر حملہ کیا۔ ایک ایسی پھونک ماری کہ تمام جسم میں آبلے پڑ کر کیڑے پڑ گئے۔ اور لوگوں نے نفرت کرکے گاؤں سے باہر نکال دیا۔ لیکن اب بھی ان کی زبان پر حمد و ثنا کے کلمات جاری رہے۔ حضرت ایوبؑ کی اس بیکسی اور بے بسی کی حالت میں تمام خویش و اقربا الگ ہو گئے۔ ہاں ان کی بیوی شریکِ حال رہی۔ کچھ محنت مزدوری کرتیں اور نصف خیرات کر دیتیں اور نصف سے حضرت کی ضروریات کو پورا کرتیں۔ آخر اس مردود و ناہنجار کو اب بھی صبر نہ آیا۔ حضرت ایوبؑ کی بیوی کے پاس حکیم بن کر آیا اور کہا۔ جب تک تیرا خاوند خنزیر کا گوشت اور شراب کی ایک پیالی نہیں پی لیگا اس وقت تک شفایابی نہیں ہو سکتی۔ وہ بیچاری یہ دونوں چیزیں خرید لائی اور حضرت ایوبؑ کو آکر کہا کہ یہ نسخہ ایک حکیم حاذق نے بتایا ہے تو آپ یہ سن کر بہت خفا ہوئے اور فرمایا وہ تو شیطان لعین ہے جسے تو حاذق کہتی ہے۔ اس کی شیطنت سے ہم اس حال کو پہنچے ہیں۔ پھر قسم کھا کر کہا۔ کہ جب میں تندرست ہونگا تو اس قصور کی سزا میں تمہیں سو لکڑیاں ماروں گا۔ غرضیکہ شیطان ہار مان گیا۔ اور اس خدا کے بندے کے پائے اثبات میں لغزش نہ آئی۔ اور کسی وقت بھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہوئے۔ اور آخر کو بارگاہ ایزدی میں فریاد کی کہ الٰہی مجھے اس دشمنِ ازلی نے تکلیف پہنچا رکھی ہے۔ یہ دعا درگاہِ باری میں مستجاب ہوئی اور جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ پاؤں کا زمین پر لگنا تھا کہ وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا تو آپ نے اس پانی [illegible] تو ساری بیماری جاتی رہی [illegible] پھر آپ نے اپنی بیوی کو اللہ کے حکم سے سو لکڑیاں ایک جگہ باندھ کر ماریں۔ اور اپنی قسم پوری کی۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے انہیں مال و متاع۔ بیوی بچے پہلے سے بھی زیادہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالےٰ اس طرح اپنے بندوں کی آزمائش کرتے ہیں۔ اور پھر صلہ دے کر اپنے بندے کو خوش کرتے ہیں۔ اس کا نام ہے ثابت قدمی

اللہ تعالےٰ پرہیزگاروں سے محبت کرتے ہیں

اس کا قرآنی ثبوت

بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝ سورہ آل عمران رکوع ۸ پارہ ۳

ترجمہ۔ جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ تعالےٰ سے ڈرے تو بے شک اللہ تعالےٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ زمانہ کفر میں خیانت اور بد عہدی کو گناہ میں شمار نہیں کیا جاتا تھا۔ تو قرآن نے ان ہر دو کاموں کی مذمت فرمائی کہ خیانت اور بد عہدی کرنا اچھے کام نہیں بلکہ گناہ ہیں۔ جبکہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ جو شخص خدا کی مخلوق کے جائز عہد پورے کرتا ہے اور لوگوں کی امانتیں محفوظ رکھتا ہے اور پرہیزگاری کو اپنا لائحہ عمل بناتا ہے۔ اور فاسد اور [illegible] سے باز رہتا ہے اور بداخلاق لوگوں سے

کنارہ کشی اختیار کرتا ہے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ محبوبیت کا درجہ عطا فرماتے ہیں۔ یعنی ان سے محبت کرتے ہیں۔

پرہیزگار لوگوں کا بہترین مسکن اور اس پر قرآن کی شہادت

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ

سورہ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۷

ترجمہ۔ اور دُنیاوی زندگی سوائے کھیل کود کے اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ البتہ پرہیزگار لوگوں کے لئے بہترین گھر اور ٹھکانا آخرت کا گھر ہے۔

اس کا مطلب یہ ہُوا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا بلکہ عقیدہ تھا کہ اس زندگی کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ یہ ان کا خیال اور عقیدہ بالکل غلط اور باطل تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دُنیاوی زندگی اس آخروی زندگی کے مقابلہ میں کوئی چیز ہی نہیں جس کا کچھ شمار کیا جائے۔ ہاں ان اوقات اور لمحات فکریہ کو زندگی میں شمار کیا جا سکتا ہے جو فکرِ آخرت یا ذکرِ الٰہی میں صرف ہوں۔ باقی تمام اوقات جو اس کے علاوہ دُنیاوی ساز و سامان اور فانی عزّ و جاہ کے لئے صرف ہوں۔ وہ سوائے لہو و لعب کے اور کچھ قیمت ہی نہیں رکھتے۔ اس امر کی تصدیق حدیث کے الفاظ سے بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ یعنی حدیث میں حضورؐ فرماتے ہیں۔ الدنیا سجن المؤمنین یعنی دُنیا مومن کے لئے تکالیف کا گھر ہے۔ اس لئے قرآن اور حدیث سے ثابت ہو گیا کہ آخروی زندگی بہترین زندگی ہے۔

بہترین گھر کے حصول کے لئے سعی اور اس گھر کے احاطہ کی پیمائش اور اس کے خریداروں کا ذکر

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ سورہ آل عمران رکوع ۱۴ پارہ ۴

ترجمہ۔ اور دوڑو بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ اور جنّت کی طرف جس کی چوڑائی زمین و آسمان کی طرح ہے۔ اور وہ پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

خلاصہ یہ ہُوا کہ اللہ تعالےٰ خود اپنی شفقت اور مہربانی کے تقاضا کی وجہ سے انسان کو حصولِ جنّت کی ترغیب اور شوق دلاتے ہیں کہ احکامات خداوندی کے فرمانبردار بنو اور میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو۔ یعنی ان وسائل سے حصولِ جنت کی کوشش کرو۔ جس کی چوڑائی زمین و آسمان کی طرح ہے۔ جب عرض کی یہ حالت ہے تو طول کو تو اللہ ہی جانتا ہے۔ کتنا ہوگا۔ اور ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو پرہیزگار ہیں۔ یعنی اس کے خریدار پرہیزگار ہی ہو سکتے ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ اللّٰھم اجعلنا من زمرۃ المومنین والمتقین

پرہیزگار کے لئے اجرِ عظیم کا شاہی اعلان

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

سورہ آل عمران رکوع ۹ پارہ ۴

ترجمہ۔ اور ایمان لاؤ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اگر ایمان لاؤ تم اور پرہیزگاری کرو تم تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ عزّ و جل ایمان لانے کی اور پرہیزگاری کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس پر قائم دائم رہنے کے بعد تمہیں بہت بڑا اجر یعنی بدلہ دیا جائیگا۔ جس سے تم خوش ہو جاؤ گے اس سے معلوم ہُوا کہ مسلمان کا کوئی سانس اور کوئی لمحہ ایسا نہیں جس کا اللہ تعالےٰ نے بدلہ اور اجر نہ رکھا ہو۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے مطابق وقت گزارا جائے

جنّت کے داخلہ کے بعد انعامات کی فہرست

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۙ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۙ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۙ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۚ۝

سورہ النباء رکوع ۲ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ یعنی پرہیزگاروں کے لئے بیشک کامیابی ہے اور ان کے کھانے اور سیر کے لئے باغ ہونگے۔ جن میں مختلف اقسام کے میوے ہونگے اور انگور اور دل بہلانے کو نوخیز اور ہم عمر عورتیں اور بھرے ہُوئے پیالے شرابِ طہور کے اور وہاں پر بیہودہ گوئی اور جھُوٹ کو سُننے بھی نہیں پائیں گے۔

خصوصی انعامات کی فہرست اور ان کی تصدیق

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۙ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۚ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۚ كَذٰلِكَ ۣ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۭ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۙ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ

سورہ الدخان رکوع ۱۶ پارہ ۲۵

ترجمہ۔ بیشک پرہیزگار امن کے گھر میں ہیں۔ اور باغوں میں اور چشموں میں ہیں۔ پہنتے ہیں پوشاک ریشمی اور پتلی اور گاڑھی ایک دوسرے کے سامنے اسی طرح ہوگا اور ہم بیاہ دیں گے ان کو حوروں بڑی آنکھوں والیوں کے ساتھ منگوائیں گے وہاں پر ایک میوہ تسلّی کے ساتھ اور نہ پائیں گے موت کو مگر پہلی موت۔

مطلب یہ ہُوا کہ کوئی ایسا آرام و آسائش کا سامان نہیں ہوگا جو اللہ تعالےٰ اپنی شفقت اور مہربانی سے پرہیزگار لوگوں کو مہیّا نہیں فرمائیں گے۔ اللہ تعالےٰ ہر کلمہ گو مسلمان کو ان انعامات کے حصول کی توفیق فرمائے۔ جن کا ذکر قرآن مجید نے تفصیلاً اور واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ اللّٰھم اجعلنا من المتقین آمین یا الٰہ العالمین

پرہیزگاری کے مضمون پر نظرِ ثانی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

سورہ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴

ترجمہ۔ اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو۔ اور مقابلہ کے لئے ثابت قدم رہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (یعنی پرہیز کرتے رہو) تاکہ تم مکمل کامیاب ہو جاؤ۔

حاصل یہ ہُوا کہ یہ ایک ایسا مضمون قرآن نے بیان فرمایا ہے۔ جو تمام پرہیزگاری کے مضمون کا ماحصل ہے۔ یعنی اگر تم دین اور دُنیا میں کامیاب ہونا چاہتے ہو۔ اور اُن نعمتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہو جو اللہ تعالےٰ نے پرہیزگاروں کے لئے مقرر فرمائی ہیں تو تمام قسم کی تکالیف کو برداشت کرکے اطاعت اور فرمانبرداری پر مستعد رہو۔ اور اپنے آپ کو معصیت سے بچاؤ۔ اور اسلام کے دشمنوں کے مقابلہ میں بھی ثابت قدم رہو۔ اگر تم نے ان چیزوں کو اپنا عمل بنا لیا تو سمجھو وہ تمام نعمتیں اور برکات جو قرآن نے بیان فرمائی ہیں ان کے حاصل کرنے کے حقدار آپ ہو رہے ہیں۔ اللّٰھم اجعلنا منھم وما علینا الا البلاغ۔ (باقی پھر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دُنیوی و اُخروی زندگیوں کا موازنہ

(از جناب ایم عبد الرحمٰن صاحب (لودھیانوی) بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

قانونِ مجازات

خدا تعالیٰ کی رحمت کی ایک شان یہ ہے کہ اُس نے انسان کے ہر کام کے لئے بدلہ دینے کا قاعدہ مقرر کر دیا ہے - کائناتِ ہستی کا عالمگیر قانون یہ ہے - کہ ہر حالت کوئی نہ کوئی اثر رکھتی ہے - اور ہر چیز کا کوئی نہ کوئی خاصہ ہے - ممکن نہیں یہاں کوئی شے اپنا وجود رکھتی ہو - اور اثرات و سلسلہ کے نتائج سے باہر ہو - پس جس طرح خدا نے اجسام و مواد میں خواص و نتائج رکھے ہیں - اسی طرح اعمال میں بھی خواص نتائج ہیں جنہیں جزا و سزا سے تعبیر کیا گیا ہے - اچھے عمل کا نتیجہ اچھائی ہے - اور یہ ثواب ہے - بُرے عمل کا نتیجہ بُرائی ہے اور یہ عذاب ہے - جس طرح آگ کے چھونے سے ہاتھ جل جاتا ہے - زہر کے کھانے سے انسان مر جاتا ہے اسی طرح ہر اچھے اور بُرے کام کے لئے ایک نتیجہ مقرر ہے - یہ دُنیا عمل کرنے کی جگہ ہے - اور موت کے بعد کی زندگی جو انسان کو حاصل ہوگی وہ ان عملوں کے پھل پانے کی جگہ ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - اَلدُّنۡیَا مَزۡرَعَۃُ الۡاٰخِرَۃِ - دُنیا آخرت کی کھیتی ہے - جیسا بیج یہاں کوئی بوئے گا ویسا ہی پھل دوسرے جہان میں پائیگا - پس اگر آپ اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو آپ اپنے لئے اس دُنیا ہی کے فائدہ کا خیال نہ رکھیں بلکہ اپنی آئندہ زندگی کا بھی خیال رکھیں -

وجودِ آخرت

(۱) اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ اطۡمَاَنُّوۡا بِہَا وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ ۙ اُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ۞ پ۱۱ ع ۶

ترجمہ - البتہ وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے ہمارے ملنے کی - اور خوش ہوئے دُنیا کی زندگی پر - اور اُسی پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے بیخبر ہیں - ایسوں کا ٹھکانا ہے آگ - بدلہ اُس کا جو کماتے تھے

مطلب - دُنیا میں ایسا دل لگایا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جانے کی کچھ خبر ہی نہیں رہی - اسی چند روزہ حیات کو مقصود و معبود بنا لیا - اور قدرت کی جو نشانیاں اُوپر بیان ہوئیں اُن میں کبھی غور و تامل نہ کیا کہ ایسا حکیمانہ نظام یُونہی بیکار نہیں بنایا گیا ہے - ضرور اس سارے کارخانہ کا کوئی خاص مقصد ہوگا - پھر جس نے پہلی مرتبہ ایسی عجیب غریب، مخلوقات پیدا کر دی اس کو دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے - دل و دماغ سے، زبان سے، ہاتھ پاؤں سے جو کچھ کمائی اُنہوں نے کی اُس کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے -

البتہ جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے اچھے - ہدایت کرے گا اُن کو رب اُن کے ایمان سے جنتی جنت کی نعمتوں اور خُدا کے فضل و احسان کو دیکھ کر سبحان اللہ پکاریں گے -

دُنیا کھیل تماشا ہے

(۲) وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۞ پ۷ ع ۱۰

ترجمہ - اور نہیں ہے زندگانی دُنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانا - اور آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے - کیا تم نہیں سمجھتے ؟

(مطلب) کفار تو یہ کہتے تھے کہ دُنیوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی ہی نہیں - لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فانی اور مکدّر زندگانی حیات اُخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ اور بے حقیقت ہے - یہاں کی زندگی کے صرف اُن ہی لمحات کو زندگی کہا جا سکتا ہے - جو آخرت کی درستی میں خرچ کئے جائیں - بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر و تیاری سے خالی ہوں - ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو و لعب سے زائد وقعت نہیں رکھتے پرہیزگار اور سمجھدار لوگ جانتے ہیں - کہ اُن کا اصلی گھر آخرت کا گھر اور اُن کی حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے -

سورہ محمدؐ پارہ ۲۶ میں اللہ تعالیٰ یہی مضمون دُہراتا ہے -

آخرت کے مقابلہ میں دُنیا کی حقیقت ایک کھیل تماشہ جیسی ہے اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کروگے اور اس کھیل تماشا سے ذرا بچ کر چلوگے تو اللہ تم کو اُس کا پُورا بدلہ دے گا - اور تمہارا مال بھی تم سے طلب نہیں کریگا - اُسے کیا حاجت ہے - وہ تو خود دینے والا ہے اگر طلب بھی کرے تو مالک حقیقی وہی ہے - تمام مال اُسی کا ہے - مگر اس کے باوجود دین کے معاملہ میں جب خرچ کرنے کو کہتا ہے - تو سارے مال کا مطالبہ نہیں کرتا - بلکہ ایک تھوڑا سا حصّہ طلب کیا جاتا ہے وہ بھی اپنے لئے نہیں - بلکہ تمہارے فائدہ کو -

دُنیا متاعِ قلیل ہے

(۳) قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ ۚ وَ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ۟ پ۵ ع ۸

ترجمہ - کہہ دیجئے کہ دُنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے پرہیزگار کو -

دُنیا کے تمام منافع حقیر اور سریع الزّوال ہیں - اور ثواب آخرت کا بہتر ہے - اُن کے لئے جو اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرتے ہیں - سو تم کو چاہئے کہ منافع دُنیا کا لحاظ نہ کرو - اور حق تعالےٰ کی فرمانبرداری میں کوتاہی نہ کرو - اور جہاد کرنے سے نہ ڈرو - اور اطمینان رکھو کہ تمہاری محنت اور جانفشانی کا ثواب ادنےٰ سا بھی ضائع نہ ہوگا -

(۴) اَللّٰہُ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ ؕ وَ فَرِحُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ؕ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ ۞ پ۱۳ ع ۹

ترجمہ - اللہ کشادہ کرتا ہے روزی جس کو چاہے اور تنگ کرتا ہے - اور فریفتہ ہیں دُنیا کی زندگی پر - اور دُنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے آگے - مگر متاع حقیر -

(مطلب) دُنیا کے عیش و فراخی کو دیکھ کر سعادت و شقاوت کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ نہ یہ ضروری ہے کہ جس کو دُنیا میں خُدا نے رزق اور پیسہ زیادہ دیا ہے اُس کی بارگاہ میں مقبول ہو۔ بہت سے مقبول بندے بطور آزمائش و امتحان یہاں تنگی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور مردود مجرموں کو ڈھیل دی جاتی ہے۔ وہ مزے اُڑاتے ہیں۔ یہی دلیل اس کی ہے کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے۔ جہاں ہر شخص کو اُس کے نیک و بد اعمال کا پُورا پھل مل کر رہیگا۔ بہرحال دُنیا کی تنگی و فراخی مقبول و مردود بننے کا معیار نہیں بن سکتا۔ یعنی دُنیا ہی کو مقصود سمجھ کر اتراتے اور اکڑتے ہیں۔ حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دُنیا کی زندگی محض ہیچ ہے۔ جیسے ایک شخص اپنی انگلی سے سمندر کو چھوئے تو وہ تری جو انگلی کو پہنچی ہے۔ سمندر کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ دُنیا کی آخرت کے مقابلہ میں اتنی بھی حقیقت نہیں۔ لہٰذا عقلمند کو چاہیئے کہ فانی پر باقی کو مقدم رکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ بذاتِ خود مقصود نہیں۔ یہاں کے سامانوں سے اس طرح فائدہ اُٹھاؤ جو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنے۔ جیسے صحابہؓ نے کیا

آخرت بہتر ہے

(۵) لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ
پ۱۴ ع ۱۰۔ ترجمہ۔ جنہوں نے بھلائی کی اس دُنیا میں اُن کو بھلائی ہے۔ اور آخرت کا گھر بہتر ہے۔

جس نے دُنیا میں بھلائی کی اُسے بھلائی کا خوشگوار پھل مل کر رہے گا۔ خُدا کے یہاں کسی کی محنت اور ذرّہ برابر نیکی ضائع نہیں جاتی۔ یعنی آخرت کی بھلائیاں اور نعمتوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ دُنیا و ما فیہا کی نعمتیں وہاں کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ خُدا پر جھُوٹ باندھنے والے خواہ دُنیا میں کیسی ہی طاقت رکھتے ہوں۔ اور اپنے ساز و سامان پر مغرور ہوں۔ لیکن اُنہیں حقیقی بھلائی اور کامیابی ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔ تھوڑے دن دُنیا کے مزے اُڑالیں۔ انجام کار ان کا معاملہ خدا کی طرف رجوع ہوگا۔ جہاں سے اپنے جرائم کی پاداش میں نہایت سخت عذاب کا مزا چکھیں گے۔

(۶) وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ پ۱۵ ع۸
ترجمہ۔ اور جو کوئی رہا اس جہان میں اندھا۔ سو وہ پچھلے جہان میں بھی اندھا ہے۔ اور بہت دُور پڑا ہُوا راہ سے۔

باقیات الصالحات

(۷) اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝ پ ۱۵ ع ۱۸
ترجمہ۔ مال اور بیٹے رونق ہیں دُنیا کی زندگی میں۔ اور باقی رہنے والی نیکیوں کا بہتر ہے تیرے رب کے یہاں بدلا۔ اور بہتر ہے توقع۔

یعنی مرنے کے بعد مال و اولاد وغیرہ کام نہیں آتے صرف وہ نیکیاں کام آتی ہیں جن کا اثر یا ثواب آئندہ باقی رہنے والا ہو۔ حدیث میں ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ ان کلمات کو باقیات صالحات فرمایا۔ یہ محض مثال کے طور پر ہے۔ ورنہ تمامی اعمال حسنہ اس میں داخل ہیں۔ موضح القرآن میں ہے۔ رہنے والی نیکیاں۔ یہ کہ علم سکھایا جائے جو جاری رہے۔ یا کوئی نیک رسم چلا جائے یا مسجد، کنواں، سرائے، باغ، کھیت وقف کر جائے یا اولاد کو تربیّت کر کے صالح چھوڑ جائے۔ اسی قسم کے کام ہیں جن پر خدا کے ہاں بہترین بدلہ مل سکتا ہے اور انسان عمدہ توقعات پر کام کر سکتا ہے۔ دُنیا کی فانی و زائل خوشحالی پر لمبی چوڑی امیدیں باندھنا عقلمندی نہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کو راضی رکھنے کی فکر کرے۔ اس چند روزہ زندگانی اور عیشِ فانی پر مغرور نہ ہو اور خوب سمجھ لے کہ ایمانداروں کو جو عیش و آرام اللہ کے ہاں ملے گا وہ اس دُنیا کے عیش و آرام سے بہتر بھی ہے۔ اور پائیدار بھی نہ اُس میں کسی طرح کی کدورت ہوگی نہ فنا و زوال کا کھٹکا ہوگا۔

خاسرین کون ہیں

(۸) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ پ۱۶ ع۳
ترجمہ۔ کہدیجئے ہم بتائیں تم کو۔ کن کا کیا ہُوا گیا بہت اکارت۔ وہ لوگ جن کی کوشش ضائع ہوگئی دُنیا کی زندگی میں۔ اور خیال کرتے رہے کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

(مطلب) قیامت کے دن سب سے زیادہ خسارہ میں وہ لوگ ہوں گے جن کی ساری دوڑ دھوپ دُنیا کے لئے تھی۔ آخرت کا کبھی خیال نہ آیا۔ محض دُنیا کی ترقیات اور مادی کامیابیوں کو بڑی معراج سمجھتے رہے

دُنیا کی رونق رب کے ہاں کام کی نہیں۔ نیکیاں سب رہیں گی اور دُنیا نہ رہے گی۔ آخرت میں ہر نیکی کا بہترین بدلہ اور بہترین انجام ملے گا۔

مرغوباتِ دُنیا

(۹) زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝
پ ۳ ع ۱۰

ترجمہ۔ فریفتہ کیا ہے لوگوں کو۔ مرغوب چیزوں کی محبت نے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے۔ اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دُنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا۔

(مطلب) ابدی فلاح مذکورہ چیزوں سے حاصل نہیں ہوتی محض دُنیا میں چند روز فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ کامیاب مستقبل اور اچھا ٹھکانا چاہتے ہو تو خدا کے پاس ملے گا۔ اُس کی خوشنودی اور قرب حاصل کرنے کی فکر کرو۔ بندوں کے تمام اعمال و احوال اس کے سامنے ہیں جو جس جزا و سزا کا مستحق ہوگا بلا کم و کاست دی جائے گی۔ دُنیا کی بہار پر مرنے والے اور اُس کے فانی مزوں سے پرہیز کرنے والے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچا دیئے جائیں گے۔ پرہیزگار بندوں پر خدا کی نگاہِ لطف و کرم ہے۔ جو دُنیا کی دلفریب سحرکاریوں سے اُن کو محفوظ رکھتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جب خدا کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے۔ تو اُسی طرح دُنیا سے اُس کا پرہیز کرا دیتا ہے۔ جیسے تم اپنے مریض کو

پاکستانیوں کیلئے درسِ عبرت

بنی اسرائیل کا انجام

(از جناب محمد احمد صاحب)

بنی اسرائیل میں فساد سرایت کر گیا تھا۔ وہ گمراہی کی فضا میں سرگرداں تھے ان میں سرکشی و نافرمانی بڑھتی جاتی تھی۔ امن و امان میں خلل پیدا ہو چکا تھا۔ ان کے دلوں میں رحم و شفقت کی کوئی جگہ نہ رہی تھی۔ انبیا کا رعب و احترام جاتا رہا تھا۔ ان کے علماء و قراء اللہ کے حق سے انکار کرتے تھے۔ حکّام، رسولوں کو جھٹلاتے تھے۔ انھوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ اس وجہ سے یہ لوگ اس کے مستحق بن گئے تھے۔ کہ اللہ انہیں سخت عذاب میں مبتلا کرے مگر اللہ تعالےٰ اپنے عدل کی بدولت کسی قوم کے پاس کسی ڈرانے والے اور راہ سجھانے والے کو بھیجنے سے پہلے اس پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ اس کا قانون ہے کہ بڑے بڑے سرکش اور ظالم لوگوں کو بھی حجت پوری کرنے اور رہنمائی کرنے سے پہلے سزا نہیں ملتی۔

ارمیا نبی

"ارمیا" بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی تھے۔ ان کا تعلق ان کے خالص اور کھرے خاندانوں سے تھا۔ یہ ان کے درمیان حق بات اور اللہ کے حکم کو کھلے بندوں پکار پکار کر بیان کرتے۔ اور کہتے۔ "اے میری قوم اے میرے قبیلے کے لوگو! تمہاری خرابیاں بہت طول پکڑ گئی ہیں، فساد اور روحانی روگ بہت عام ہو گیا ہے، تمہارا رب تم سے ناراض ہے، یہ اللہ کی کتاب ہے جسے تم پیٹھ پیچھے ڈال چکے ہو، یہ اس کا حق ہے۔ جس سے تم انکار کر چکے ہو۔ تم خوب جانتے ہو کہ وہ تم کو اپنی بھرپور ظاہری نعمتوں سے سرفراز کر چکا ہے۔ اس نے تمہیں اپنی زمین پر قدرت اور اختیار عطا کیا ہے۔ اپنے حفظ و اماں میں جگہ دی ہے۔ اور تمہیں اہلِ عالم پر برتری بخشی ہے۔

ابھی کل ہی کی بات ہے تمہیں نصیحت کے مواقع میسّر تھے۔ اللہ کی رحمت سے تمہیں عبرت عطا ہوئی سناخریب[1] ہی دیکھو اس نے پوری شدت و قوت کے ساتھ تم پر چڑھائی کی —— اور ارادہ کیا کہ تم سے تمہارے گھر میں گھس کر لڑے اور تمہارے خاص خاص شہروں میں ہلچل ڈال دے۔ جو کچھ وہ چاہتا تھا اگر اُسے پورا کرنے کے لئے اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تو وہ تمہیں میٹ کر رکھ دیتا اور تمہاری جمعیت کو ختم کر دیتا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی شعیا[2] کے ذریعے تم پر رحم کیا۔ وہ اللہ سے دُعا کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کہ اللہ تم پر سے اس مصیبت اور اذیت کو رفع کر دے۔ تمہاری نسبت جو بُرائی سوچی گئی ہے اُسے دُور کر دے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی دُعا قبول کی اور تمہارا دشمن ذلیل و خوار اور ناکام و نامراد ہو کر پلٹا۔ ان کی سپاہ ہلاک ہوئی اور اس کے یہاں مرض اور وبا پھیل گئی۔ جس سے ان میں ضعف پیدا ہو گیا۔

لیکن تمہارے یہاں شعیا کو کیا بدلہ ملا؟ تم لوگوں کے دلوں میں ان کا کیا مقام تھا؟ اگر وہ تمہارے سوا کسی اور قوم میں ہوتے تو وہ لوگ ان سے اچھا سلوک کرتے، ان کی حفاظت کرتے، ان کا زمانہ چین سے گزرتا اور ان کی بات کی شنوائی ہوتی۔ مگر تمہارے لئے کتنی حسرت اور افسوس کا مقام ہے تم نے کیسا بدنصیبی کا کام کیا ہے۔ تم نے ان کی توہین کی، انھیں ذلیل کیا۔ پھر انہیں ذبح کر ڈالا۔ اس طرح تم نے ایک پاکیزہ ہستی کا خون بہایا۔ اور ایک بزرگ و شریف شخص کی بے عزتی کی۔ ان کی روح اس حال میں کہ وہ پاکباز نیکوکار اور اللہ کی نظر میں باعزت تھے۔ اللہ کی جناب میں تمہارے ظلم و سرکشی کی شکایت کرتی ہوئی پرواز کر گئی اور تمہاری اس نافرمانی و بغاوت سے بیزاری ظاہر کی۔

اس کے بعد تم لوگ ہمیشہ گناہ کو قوت پہنچاتے اور باہم ظلم و سرکشی کی نصیحت کرتے رہے۔ تم جو بُری حرکت کرتے ہو اس سے باز نہیں آتے، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تورات نے تمہارے نفوس کی ذرا تہذیب نہ کی ہو۔ اور جو رسول تمہارے لئے آتے رہے ہیں گویا تمہارے سوا کسی اور ملک کے لئے آتے اور لوگوں کو ہدایت کے لئے پکارتے رہے ہیں۔

اب ایک سچی بات اور قطعی وعید (دھمکی) پر کان لگاؤ۔ "بے شبہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ میں تمہیں حق بات کی طرف بلاؤں۔ عذاب و سزا سے ڈراؤں۔ اگر تم اپنی مدہوشی سے نہ چونکے، اپنی نادانی سے باز نہ آئے، اپنی کتاب کی طرف رجوع ہو کر اسے مضبوطی سے نہ پکڑا، فیصلے کے لئے اس کی آیتوں کی طرف اپنے مقدمات اور قصے قضیئے نہ لوٹائے اور نیک اور صالح قوم نہ بن گئے تو اللہ تعالےٰ کہتا ہے کہ وہ تمہارے سر پر نہایت سخت بندوں اور قوی سپاہیوں کو مسلّط کر دے گا۔ جن میں نہایت سخت دبدبہ اور آہنی عزم پایا جاتا ہے۔ رحم سے ان کے دلوں کو سکون نہیں ہوتا۔ مہربانی ان کے قلوب میں کوئی راہ نہیں پاتی۔ وہ تمہاری پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ تمہیں ذلیل و خوار کرینگے —— پھر وہ اس ملک میں جا گھسیں گے اور اس وقت یہی محلّات جن کے سائے میں تم عیش سے رہتے ہو۔ ویران و برباد ہو جائیں گے۔ یہی مضبوط قلعے منہدم ہو کر سڑک بن جائیں گے۔ اور تمہارے یہ باغات جنھیں تم تر و تازہ دیکھ رہے ہو۔ شیروں کی کچھار بن جائیں گے۔ تمہارے یہ کھیت جن کی بالیں اور خوشے تم چنتے ہو چیونٹوں کی چراگاہ ہو جائیں گے۔ وہی عبادت گاہیں جنھیں اللہ نے تمہارے دلوں کی راحت اور تمہارے نفوس کے لئے ذریعۂ ثواب بنایا ہے۔ تم ان کی بے عزتی و بے حرمتی کر دو گے۔ تمہارے ہاتھوں ان کا سارا احترام ختم ہو جائے گا۔ اور ان کے

---

[1] یہ بابل کا بادشاہ تھا اس نے بنی اسرائیل سے لڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن اللہ نے اس کے لشکر پر طاعون کی وبا نازل کر دی جس نے اسے برباد کر دیا۔

[2] شعیا بن اموص بنی اسرائیل کے ایک نبی تھے۔

بعد تم یا قید ہو جاؤگے یا قتل کر دیئے جاؤگے- میں جتنی نصیحت تم کو کرسکتا تھا اتنی کر دی اور جہاں تک وضاحت سے بیان کرسکتا تھا سب بیان کر دیا- اب جس راستے اور طریقے پر تمہیں چلنا ہے وہ تمہارے حوالے کر دیا گیا ہے- (تمہیں اس پر چلنے نہ چلنے کا اختیار ہے)"۔

بنی اسرائیل کے سردار کا جواب

یہ سن کر ان کا سردار بولا: کیا اسی بات کے لئے تم نے ہمیں اکٹھا کیا اور ہمیں دعوت دی ہے- یقیناً تم نے اللہ پر جھوٹ لگایا اور اس پر سخت بہتان باندھا ہے- کیا جس خدا نے ہمیں اپنی مخلوق کے درمیان برگزیدہ بنایا اور اپنی کتاب سکھلنے کے لئے ہمیں برتری دی اس کے لئے یہ زیبا ہے کہ ہماری سلطنت ایسے کافروں کے ہاتھ ضائع کر دے جو آگ کے سوا کسی چیز کو نہیں پوجتے اور جن کے سر بتوں کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکتے- تم تو صرف غیب کی باتیں کر رہے ہو اور برائی کے ساتھ بدگمانی کر رہے ہو، وہم اور گمراہی میں مبتلا ہو-

ارمیا نے کہا- "اے لوگو! اللہ تو تمہیں تمہارے سر پر عذاب لانے اور سزا دینے کے لئے اسی طرح بھیجے گا جس طرح وہ سخت طاعون یا سیلاب کو بھیجتا ہے- اور اس بات میں فرق ہی کیا ہے- کہ تم پر کوئی مصیبت آپڑے جو تمہیں ہلاک کر دے- یا کوئی کافر بادشاہ تم پر چڑھائی کر کے تمہیں ذلیل کر دے اور تمہارے جوڑ جوڑ علیحدہ کر کے رکھ دے- اللہ گواہ ہے- کہ میں نے تمہیں نصیحت کر دی ہے اور تمہارے ساتھ کوئی بعل و فریب نہیں کیا- اس لئے اپنی جانوں اور بدنوں کی دیکھ بھال کرو اور خبر لو-"

حضرت ارمیا زنداں میں

ان لوگوں نے کہا: تم ہم سے خوب لڑ جھگڑ چکے- ایسا معلوم ہوتا ہے- جیسے تم نے ہم میں حلم کا مادہ بہت پایا- اس لئے گفتگو کو اتنا طول دیا- اور لعن طعن میں اتنا مبالغہ کیا—— ہمارے نزدیک تو تمہارے لئے اس سے بہتر علاج کچھ نہیں کہ تمہارے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں، پیروں میں بیڑیاں ڈال دی جائیں اور ایک گہرے زندان میں تمہیں پھینک دیا جائے یا پھر کسی بہت نیچی جگہ دھکیل کر تمہیں فنا کر دیا جائے—— چنانچہ صبح ہوئی تو حضرت ارمیا قید خانہ میں پڑے ہوئے تھے اور ان کا جسم طوق اور بیڑیوں سے جکڑا ہوا تھا!

ایک دن لوگ مشرق کی طرف مڑے تو کیا دیکھتے ہیں کہ غبار اُڑ اُڑ کر آسمان کی طرف جا رہا ہے- پھر وہی غبار اتنا کثیف ہوا کہ زمین تاریک ہوگئی- تھوڑی دیر کے بعد چھٹا تو دیکھا کہ ایک سپہ سالار فوجوں کے دَل بادل لئے بڑھتا چلا آرہا ہے- سپاہیوں کے تیوروں سے ان کی جرأت اور دلاوری کے آثار ظاہر ہیں-

بخت نصر

یہ سپہ سالار بخت نصر تھا جس نے بابل سے بنی اسرائیل پر چڑھائی کی تھی- وہ ان کو زک دینا چاہتا تھا اور ان کی ہلاکت کے درپے تھا- وہ اللہ کا ایک عذاب بن کر آیا تھا- اللہ نے بنی اسرائیل کو اپنے غصّے کا ہدف بنایا تھا- جس نے یہ شکل اختیار کی- اب کون تھا جو اُسے دفع کر سکتا؟ یا اس کے لشکر کو روک سکتا؟ بنی اسرائیل آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے: کیا یہی وہ عذاب ہے جس سے ارمیا نے ہمیں ڈرایا تھا؟ اگر یہ وہی ہے تب تو مصیبت نازل ہو چکی اور یہ حادثہ پیش آہی گیا!

بخت نصر نے انہیں اتنا بھی موقع نہ دیا کہ وہ کچھ سوچ سمجھ سکیں- وہ اس وحشی درندے کی طرح شہر پر ٹوٹ پڑا- چاروں طرف ویرانی اور تباہی پھیلانے لگا جو عمارت سامنے آئی ڈھا دی- جو محل ملا منہدم کر دیا- راستے بے نشان کر دیئے اور محلّات کے نام و نشان مٹا دیئے-

اس نے بیت المقدس تک کی بےحرمتی کر ڈالی- اس کے کنگرے گرا دیئے- وہاں جو عبادت ہوتی رہتی تھی معطّل ہوگئی- آدمیوں کو قتل کرتا اور ذبح کر ڈالتا مردوں اور عورتوں کو لونڈی غلام بنا لیتا جب خوب تباہ و برباد کر چکا تو ان لوگوں کو جا بجا منتشر کر دیا اور ان کے گھربار اُجاڑ کر رکھ دیئے ؎

كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَجُوْنِ اِلَى الصَّفَا
اَنِيْسٌ وَّلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ سَامِرٌ

(گویا حجون سے صفا تک کوئی غمخوار ہی نہ تھا- اور مکّہ میں کسی بات کرنے والے نے بات ہی نہ کی تھی-)

(بشکریہ ماہنامہ تذکرہ کراچی)

(بقیہ عذابِ الٰہی کی مختلف صورتیں صفحہ ۸ سے آگے)

اُن کے لئے مخصوص ہیں- لیکن اگر احکامِ خداوندی کو فراموش کر کے فسق و فجور اور بدعملی میں مبتلا ہو جائیں تو پھر مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا ہو کر ایسی قوم ختم ہو جاتی ہے- یہی حال اُمّتِ محمدیہ کا ہے- جب تک صحیح مسلمان رہے دُنیا میں عیش کی زمین کی حکومت و خلافت کے مزے اُڑائے اپنی تہذیب و شرافت کا دُنیا پر سکّہ بٹھایا- خود امن میں ہوئے اور دُنیا میں امن پھیلایا- بحکم فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً حیات طیبہ و مطمئنہ بسر کی- لیکن احکام رب العالمین کی فراموشی غفلت اور فسق و فجور میں جب پڑ گئے- اور خدا کو بھلا دیا تو پھر مختلف تکالیف اور عذاب میں مبتلا ہوگئے- چنانچہ زمانہ اس کا شاہد ہے کہ فرمانبردار مسلمان نے قابلِ رشک زندگی بسر کی- لیکن بدعمل اور غافل مسلمان پریشان اور مبتلائے آلام و مصائب رہا اگر مسلمان اللہ تعالےٰ کا شکرگزار اور فرمانبردار رہتا تو ہر تکلیف و عذاب سے محفوظ رہتا حسب فرمانِ الٰہی مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ دوسری جگہ فرماتا ہے- وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لیکن جب قوم نے خدا کے احکام سے روگردانی اور لاپرواہی کی تو اس وقت قسم قسم کے عذاب میں مبتلا ہو کر فنا ہونے لگی- عذابِ الٰہی مختلف قسم کی بیماریوں جنگوں دُشمن کے ڈر- قحط- بھوک- فصلوں اور پھلوں کی قلّت اور غلّہ کی کمیابی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے- آج کل بھی قوم پر عذاب کی یہ صورتیں نمودار ہو رہی ہیں- کہیں قحط ہے- بھوک ہے- ناداری اور مفلسی ہے- مہلک بیماریاں اور وبائیں ایسی چھا گئی ہیں- کہ ان سے جان بچانا سوائے توبہ و استغفار کے مشکل ہوگیا ہے

حج کی فرضیت

(گذشتہ سے پیوستہ نمبر۴)

(از خان عبد الحمید خان آف میسرز فیروز سنز لاہور)

زمین حرم میں داخلہ

یہ حدود اس طرح مقرر ہوئے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آئے تو وہ شیطانوں سے ڈرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آپ کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ ان فرشتوں نے مکّہ کو گھیر لیا۔ تو جو زمین اس حلقہ میں آگئی وہ زمینِ حرم ہے۔ اس زمین کی بزرگی کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (ترجمہ۔ یعنی جو اس زمین داخل ہوا امن میں آگیا) اگر ممکن ہو تو زمینِ حرم میں پیدل چلے اور بڑی عاجزی سے قدم اُٹھائے اور اس طرح چلے کوئی عاجز مسکین شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کو جاتا ہے اور یہ دُعا پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَحَرَمُ رَسُوْلِكَ فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ وَعَظْمِيْ عَلَى النَّارِ ط اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّيْ مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْلِيَآئِكَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ وَتُبْ عَلَيَّ ط اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ط (ترجمہ۔ اے خدا! بیشک تیری اور تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زمین حرم ہے۔ پس تو میرا گوشت اور خون اور ہڈی (اس کے سبب) آگ پر حرام کر دے۔ اے اللہ مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھ جس روز تو اپنے بندوں کو اُٹھائے گا اور مجھے اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں میں سے کر دے اور میری طرف توجّہ فرما۔ بیشک تو توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے)

مقام مدعیٰ اور شہر مکّۂ معظمہ

مدعیٰ کے معنے دعا مانگنے کی جگہ کے ہیں۔ یہ مسجد حرام اور جنّت المعلیٰ کے درمیان ایک بلند جگہ ہے جہاں سے پہلے خانہ کعبہ کی چھت دکھائی دیتی تھی۔ لیکن اب اس کے آگے مکانات بن گئے ہیں۔ اس جگہ دعا مانگنا مستحب ہے۔ یہاں پہنچ کر یہ دُعا پڑھے:۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

(ترجمہ۔ اے اللہ عطا کر ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہمیں آگ کے عذاب سے۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جو تجھ سے تیرے نبی حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے مانگی۔ اور میں اس برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ جس سے تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے پناہ مانگی)

شہر مکّہ معظّمہ پر نگاہ پڑے تو معًا یہ دعا مانگے:۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ بِهَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِيْ بِهَا حَلَالًا۔ اَللّٰهُمَّ الْبَلَدُ بَلَدُكَ وَالْبَيْتُ بَيْتُكَ۔ جِئْتُ اَطْلُبُ رَحْمَتَكَ وَاَرُوْمُ طَاعَتَكَ۔ مُتَّبِعًا لِاَمْرِكَ رَاضِيًا بِقَدَرِكَ مُسَلِّمًا لِاَمْرِكَ۔ وَاَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمُضْطَرِّ اِلَيْكَ۔ الْمُشْفِقِ مِنْ عَذَابِكَ اَنْ تَسْتَقْبِلَنِيْ بِعَفْوِكَ وَاَنْ تَتَجَاوَزَ عَنِّيْ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْ تُدْخِلَنِيْ جَنَّتَكَ۔

(ترجمہ۔ اے اللہ مجھے اس میں قرار اور حلال روزی عطا فرما۔ اے اللہ! یہ شہر تیرا شہر ہے اور یہ گھر تیرا گھر ہے۔ میں تیری رحمت کی طلب کے لئے آیا ہوں اور تیرے حکم کی پیروی کرتے ہوئے تیری رحمت چاہتا ہوں۔ اور تیری اطاعت کا قصد کرتا ہوں تیری تقدیر پر راضی ہوتے ہوئے اور تیرے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے اور سوال کرتا ہوں تجھ سے ایک پریشان حال جیسے کا سوال جو تیرے عذاب سے ڈرتا ہو۔ (آرزو یہ ہے) کہ اپنی معافی کے ساتھ میری معذرت قبول فرما اور اپنی رحمت کے ساتھ مجھ سے درگذر کر اور مجھے اپنی جنّت میں داخل فرما)

شہر میں داخل ہوتے وقت یہ دُعا پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَحَرَمُ رَسُوْلِكَ۔ فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ وَعَظْمِيْ عَلَى النَّارِ ط اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّيْ مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْلِيَآئِكَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ وَتُبْ عَلَيَّ۔ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ (ترجمہ۔ اے اللہ یہ تیرا اور تیرے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا حرم ہے۔ پس میرے گوشت اور خون اور ہڈیوں کو آگ پر حرام کر دے۔ اے اللہ مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھ جس روز تو اپنے بندوں کو اُٹھائے گا اور مجھے اپنے ولیوں اور اطاعت گزاروں میں کر دے اور میری طرف توجّہ فرما۔ بیشک تو توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے

مسجدِ حرام

شہر میں داخل ہونے پر چاہیئے کہ سامان ٹھکانے لگا کر سب سے پہلے مسجد حرام میں لَبَّيْكَ کہتا ہوا جائے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیروی ہے اور بہتر ہے کہ باب السلام سے داخل ہو۔ ہاں اگر عمرہ کا احرام ہے۔ تو باب العمرہ سے داخل ہو کر مسجد حرام میں جائے داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے بڑھائے اور مندرجہ ذیل دعا پڑھے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَادْخِلْنِيْ فِيْهَا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَاَنْ تَرْحَمَنِيْ وَتَتَقَبَّلَ عَثْرَتِيْ وَتَغْفِرَ ذُنُوْبِيْ وَتَضَعَ عَنِّيْ وِزْرِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ جَمِيْعَ ذُنُوْبِيْ۔ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ وَادْخِلْنِيْ جَنَّتَكَ۔ (ترجمہ۔ شروع کرتا ہوں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کے نام سے اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور درود اس کے رسول کے لئے۔ اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور مجھے اس میں داخل کر دے اے اللہ میں تجھ سے اپنے اس مقام پر سوال کرتا ہوں یہ کہ رحمت نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمدؐ پر جو تیرا بندہ اور رسول ہے اور یہ کہ رحمت نازل فرما مجھ پر اور قبول کر دے لغزش میری اور بخش دے میرے گناہ اور مجھ سے میرے گناہ دور کر دے۔ رحمت نازل ہو حضرت محمد صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم پر اور ان کی آل پر پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑی عظمت والا ہے اور اس کی کریم ذات کے ساتھ اور اس کی پہلی بادشاہت کے ساتھ راندے ہوئے شیطان سے۔ شروع اللہ کے نام سے سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ درود اور سلام ہو۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم پر۔ اے اللہ میرے تمام گناہ بخشدے اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے اور مجھے اپنی جنّت میں داخل فرما دے)

چونکہ خانہ کعبہ کے دیکھتے ہی دُعا قبول ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب خانہ کعبہ کے پاس جاتے تھے تو یہ دُعا مانگتے تھے :-

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَیْتِ مِنَ الْکُفْرِ وَ الْفَقْرِ وَ مِنْ ضِیْقِ الصَّدْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ (ترجمہ۔ میں پناہ مانگتا ہوں بیت اللہ شریف کے پروردگار کے نام کے ساتھ کفر سے اور فقر سے اور سینے کی تنگی سے اور قبر کے عذاب سے)

خانہ کعبہ پر نگاہ پڑے تو یہ پڑھے :-

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (ترجمہ۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ سب سے بڑا ہے)

پھر حجرِ اسود کی طرف چلے تو یہ پڑھنا چاہیے :-

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَ اِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ۔ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ۔ وَ اَدْخِلْنَا دَارَالسَّلَامِ۔ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا تَعْظِیْمًا وَّ تَشْرِیْفًا وَّ مَھَابَةً وَّ زِدْ مِنْ تَعْظِیْمِہٖ وَتَشْرِیْفِہٖ مِنْ حَجَّةٍ وَّ عُمْرَةٍ تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّمَھَابَةً (ترجمہ۔ اے اللہ تو سلامتی کا مالک ہے اور سلامتی تیری طرف سے ہوتی ہے اور سلامتی تیرے ہی طرف لوٹتی ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور ہمیں سلامتی کے گھر (جنّت) میں داخل فرما! اے ہمارے رب! تو بڑی برکت والا ہے اور بڑی بلندی کا مالک ہے اے جلال اور بزرگی کے مالک! اے اللہ اپنے اس گھر کی تعظیم اور شرافت اور رعب بڑھا اور اس کی تعظیم اور شرافت اور رعب حج اور عمرہ سے اور زیادہ بڑھا۔

طواف

طریق استلام حجرِ اسود

مسجد حرام میں داخل ہو کر سیدھا حجرِ اسود کی طرف جائے اور اس کا استلام کرے یعنی بوسہ دے اور پھر طواف کے چکّر شروع کرے۔

حجرِ اسود کی طرف جائے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور تکبیر و تہلیل کہے۔ اور پھر ہاتھ چھوڑ دے یعنی جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ کرتے ہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے۔

حجرِ اسود کو بوسہ دے اس طرح کہ دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ کر دونوں ہونٹوں کو حجرِ اسود پر لگائے (پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بوسہ دیا ہے کہ دونوں لب مبارک کو حجرِ اسود پر رکھا) بوسہ دیتے وقت یہ دُعا پڑھے :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَطَھِّرْ لِیْ قَلْبِیْ وَ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَ عَافِنِیْ فِیْ مَنْ عَافَیْتَ۔ (ترجمہ شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اے اللہ بخش دے میرے لئے میرے گناہ اور پاک کر دے میرے دل کو اور کھول دے میرے سینے کے (عقدوں کو) اور آسان کر دے میرا (ہر) کام اور عافیت دے مجھے منجملہ ان (لوگوں کے) جن کو تو نے عافیت دی۔)

اگر کسی کو ایذا نہ ہو تب بوسہ دے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تم مضبوط آدمی ہو ذرا دھکا پیل نہ کرنا کہ دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ اگر خالی موقعہ ملے اور کسی کو ایذا نہ ہوتی ہو تب بوسہ دینا اور اگر ایسا موقع نہ ملے تو تکبیر و تہلیل کافی ہے کیونکہ بوسہ دینا حجرِ اسود کو سنّت ہے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچنے سے باز رکھنا واجبات میں سے ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ (یعنی مسلمان وہ شخص ہے کہ بچیں مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے بھی)

اگر حجرِ اسود تک ہاتھ پہنچ سکے تو حجرِ اسود کو ہاتھ لگا کر چوم لے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو کسی لکڑی یا چھڑی سے حجرِ اسود کو چھوئے اور اس لکڑی کو بوسہ دے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

اگر لکڑی سے بھی چھونا ممکن نہ ہو تو دُور ہی سے حجرِ اسود کی طرف توجّہ کرے۔ یعنی اپنے دونوں ہاتھ ہتھیلی کی طرف سے حجرِ اسود کی طرف دکھائے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور درود پڑھے :-

حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے یا اس کی طرف توجّہ کرتے ہوئے ذیل کی دُعا پڑھے :-

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا وَّتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَ وَفَاءً بِعَھْدِکَ وَ اتِّبَاعًا بِنَبِیِّکَ سُنَّتَہٗ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ (ترجمہ۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ مجھے ایمان عطا فرما اور تصدیق اپنی کتاب کے ساتھ اور وفاداری اپنے عہد کے ساتھ اور اپنے نبیؐ کی سنّت کی پیروی کے ساتھ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو ایک اور لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)

حجرِ اسود کے سوائے کسی اور پتھّر کو بوسہ نہ دینا چاہیئے۔ ہاں صرف رکن یمانی کو بوسہ دینے کی اجازت ہے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینا عورت کے واسطے ضروری نہیں خاص کر جبکہ وہاں مردوں کا ہجوم ہو۔ ہاں اگر ہجوم نہ ہو اور خالی جگہ ہو تو ضرور استلام کرے۔

طریق طواف مع اضطباع و رمل

خانہ کعبہ کے گرد مطاف پر سات چکّر کرنے کو طواف کہتے ہیں۔ مطاف وہ بیضوی راستہ ہے جو خانہ کعبہ کے گرد بنا ہوا ہے اور اس پر پتھّر کا فرش لگا ہوا ہے۔ طواف کے واسطے نیّت کرنی ضرور ہے۔ ورنہ مطاف پر یوں ہی چکّر لگانے سے طواف نہیں ہوگا۔ طواف کے سات چکّر ہوتے ہیں اور ہر چکّر حجرِ اسود سے شروع ہو کر حجرِ اسود پر ختم ہوتا ہے۔ علماء حنفیہ کے نزدیک حجرِ اسود سے طواف شروع کرنا سُنّت ہے۔ اور جگہ سے بھی شروع کر سکتا ہے لیکن مکروہ ہے۔ طواف شروع کرتے ہوئے حجرِ اسود کو بوسہ دینا ترک کیا تو مضائقہ نہیں۔ اگر تمام چکّروں میں حجرِ اسود کو بوسہ دینا چھوڑ دے تو بُرا ہے۔ ظاہر روایت کے بموجب رکن یمانی کو بوسہ دے۔ رکن عراقی اور رکن شامی کو بوسہ نہ دے اور اگر رکن یمانی کو بھی بوسہ نہ دے تو کچھ حرج نہیں۔ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ حجرِ اسود یا رکن یمانی کے سوائے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اعترافِ حقیقت

(رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلم اغیار کی نظروں میں)

(۱) **روشن ستارہ** - از مہاتما گاندھی -

جس وقت تمام مغرب (یورپ) پر اندھیرا چھایا ہُوا تھا - اُس وقت ایک روشن اور چمکدار ستارہ مشرق کے آسمان پر چمکا۔ اُس نے نہ صرف ساری دُنیا کو بلکہ تمام مصیبت زدہ مخلوق کو آرام و راحت پہنچائی - اسلام ان مذاہب سے نہیں جو جھوٹے کہے جاتے ہیں -

اگر ہندو احترام کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کریں تو یقیناً وہ بھی میری طرح اس کا احترام کرنے لگیں -

(۲) **ترقیِ اسلام اور تلوار**:- از ڈاکٹر ایڈ برنگھم

ترجمہ - مجھ کو کسی وقت یہ خیال بھی نہ ہُوا - کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہونِ منت ہے - نہیں بلکہ اسلام کی کامیابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ بے لوث زندگی - ایفائے عہد - اصحاب و پیروؤں کی غیر معمولی حمایت - توکّل خدا اور ذاتی جُرأت و استقلال سے وابستہ ہے -

(۳) اگر محمدؐ خدا کے رسول برحق نہ تھے تو اب تک کوئی رسول دُنیا میں آیا ہی نہیں (مسٹر اسکاٹ مصنف اخبار الاندلس)

(۴) وہ نام کیا تھا جس سے کہ مکّہ کے تمام مرد عورتیں اور بچے آپ کی شناخت کرتے تھے؟ وہ نام امین تھا۔ جس کے معنی ہیں اعتماد کے لائق - بھروسہ کے قابل - مجھے امین سے زیادہ معزز اور شریف کوئی ایسا لقب نظر نہیں آتا - جس سے یہ لوگ آپ کو (جو بچپن میں آپ کے ساتھ تھے) یاد کریں - از مسز اینی بسنٹ -

(۵) اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑے پکے راستباز اور سچے ریفارمر تھے - از ڈاکٹر اے ای فرمین

(۶) یہ امر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بڑے زور سے مؤید ہے کہ جن لوگوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا - وہ راستباز لوگ تھے - بلکہ آپؐ کے محرمِ راز دوست یا آپؐ کے خاندان کے لوگ تھے - جو آپ کی پرائیویٹ زندگی سے پوری طرح واقفیت رکھتے تھے - بیشک میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ آپؐ کے مذہب اسلام میں پرہیزگاری - خداترسی ایسی کامل درجہ پر ہے - جو دوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں پائی جاتی - اور مَیں یہ بھی مانتا ہوں - کہ اخلاقِ انسانی کی ترقی کا باعث صرف اسلام ہی ہُوا ہے -" از سر ولیم میور -

(۷) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خیالات و زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند انسان اُن کی اولوالعزمی ، اخلاقی جُرأت ، نیک نیتی ، سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا - پھر انہی صفات عالیہ کے ساتھ ساتھ استقلال عزم اور حق پسندی معاملہ فہمی کی قابلیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا - یہ یقینی امر ہے کہ آپ نے اپنی سادگی لطف و کرم اور اخلاق کو قائم رکھا - " لفٹیننٹ کرنل سر سائکس "

(۸) مَیں نے اپنی تمامتر تحقیقات میں کوئی ثبوت نہیں پایا - جس میں حضرت محمدؐ کی رسالت میں شُبہ ہوسکے یا اُن کی مقدس ذات پر فریب و مکر کا الزام لگایا جاسکے - " مسٹر سیل "

(۹) کتب مقدس سماویہ میں انبیائے بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی بھی بجز ایک یعنی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایسا عالیشان اور جلیل المرتبہ معلوم نہیں ہوتا - " لائف آف محمد از سر ولیم "

(۱۰) تقریباً سارا یورپ کل امریکہ اور آسٹریلیا حضرت عیسےٰؑ کا پیروکار ہے - چین ، جاپان ، سیام اور تاتار مہاتما بدھ کا دم بھرتا ہے - مگر جس عزت و تکریم تعظیم و توقیر - صدق و ارادت اور پریم بھگتی کے ساتھ خاتم الانبیا حضرت محمدؐ کا نام لیا جاتا ہے - کسی دیگر پیر - پیغمبر - ولی گرو - رشی اور نبی کا نہیں لیا جاتا - جو اخوّت پیغمبر اسلام نے قائم کی ہے - کوئی نہیں کر سکا - جس مضبوط چٹان پر اسلام کی بنیاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے - نہ وہ کسی کو [illegible] - یہ ساری باتیں اس [illegible] حضرت محمد صاحب غیر معمولی طاقت والے غیر معمولی انسان تھے - اور بنی نوع کی اصلاح کے لئے خدا کے فرستادہ تھے -" لالہ بشن داس جی ہملی

(۱۱) پیغمبر اسلام ایک باعمل انسان اور بہت بڑے شہری تھے - ان کی پیاس کو سوائے وحیِ الٰہی کے کوئی چیز نہ بجھا سکی - انہوں نے اپنی قوم کو اپنی زندگی میں کبھی مہمل فلسفہ کی تعلیم نہیں دی - بلکہ مصیبت اور دُکھوں کے مقابلہ میں سینہ سپر رہنے کا اصول اُن کی زندگی کا جزوِ اوّل بنا دیا - محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیشہ ٹالریشن (رواداری) کی تعلیم و تلقین کی - اور وہ ہمیشہ عالمگیر اتحاد کے حامی رہے ہیں -

" از سی - پی رام سوامی ایئر "

(۱۲) مَیں مذہب اسلام سے اُنس رکھتا ہوں اور آپ یعنی (حضرت محمدؐ کی تنظیم کے بعض حصّوں کو عزّت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں - اور پیغمبر اسلام یعنی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو مہاپُرشوں سے سمجھتا ہوں - " از لالہ لاجپت رائے "

(۱۳) حضرت محمدؐ صاحب کی زندگی دُنیا والوں کو ایک بہت ہی مفید سبق دیتی ہے - بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھیں ، سمجھنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو -

" از سوامی ستیہ دیو ہاری "

عبدالرحیم بھٹی

(بقیہ حج کی فرضیت صفحہ ۱۶ سے آگے)

کسی اور پتھر کو بوسہ نہ دے۔ اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف سے طواف شروع کرے کہ حطیم اور خانہ کعبہ بیچ میں رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلّم نے اسی طرح کیا ہے۔

طواف کے سات چکّروں میں سے پہلے تین چکروں میں اضطباع اور رمل کرے۔ رمل کی اصلیّت یہ ہے کہ مشرکوں نے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کہیں یہ کہہ دیا تھا کہ مدینہ کی گرمی نے ان کو بہت ضعیف اور کمزور کر دیا ہے۔ تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ طواف کے وقت اکڑ کر اور کندھے ہلاتے ہوئے چلیں وہ وقت تو گزر گیا۔ مگر وہ طریق اب تک جاری ہے۔ اس کے متعلق احادیث بھی ہیں۔

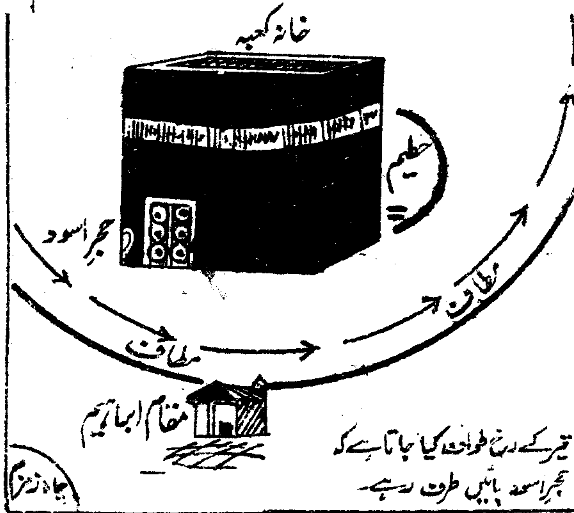
جن چکّروں میں رمل کرے ان میں حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کرے اور اگر لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے رمل نہ کر سکے تو طواف کرتے میں ذرا تامّل کرے۔ تاکہ ذرا جگہ خالی ہو جائے اگر پہلے تین چکروں میں رمل کرنا بھول گیا تو باقی چکّروں میں رمل نہ کرے۔ ہاں اگر پہلے چکّر میں رمل کرنا بھول گیا تو باقی چکّروں میں کرے۔ اگر کل چکروں میں رمل کرنا بھول گیا تو کچھ جزا نہیں دینی ہوگی۔ اکثر فقہ کی کتابوں میں احرام کے وقت اضطباع کرنا مسنون لکھا ہے۔ لیکن مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اضطباع خاص طواف کے وقت کرنا چاہیئے ورنہ اور وقتوں میں تو کندھے کا کھُلا رہنا نماز کے وقت مکروہ ہے۔ بحر الرائق میں بھی خاص طواف ہی کے وقت اضطباع کرنا لکھا ہے اور اہلِ مکّہ کا بھی یہی دستور ہے۔

دورانِ طواف میں اگر وضو جاتا رہے۔ تو چاہیئے کہ دوبارہ وضو کرے اور باقی طواف پُورا کرے۔ اگر احرام عمرہ کا ہے تو بجائے طواف قدوم کے طواف عمرہ کرے۔ طواف عمرہ بعینہٖ اسی طرح ادا کیا جاتا ہے جس طرح طواف قدوم۔ اور اس طواف عمرہ میں اضطباع اور رمل بھی کرنا چاہیئے اور اس کے بعد سعی بھی۔ عمرہ میں طواف قدوم نہیں ہوتا۔ ایک ہی طواف ہوتا ہے (جس کے وہی سات چکّر ہوتے ہیں) اور اس کو طواف عمرہ کہتے ہیں۔

جس وقت نماز کی اقامت ہو تو طواف کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اسی طرح جب نماز جنازہ تیار ہو تو طواف کو چھوڑ دینا چاہیئے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جس قدر طواف باقی ہے۔ اس کو ادا کرے۔

اگر احرام عمرہ کا ہے تو یہ طواف عمرہ ہے اور اس میں شروع طواف میں تلبیہ موقوف کرے۔

نقشہ خانہ کعبہ، حجر اسود، مطاف اور گردش طواف



تیر کے رخ طواف کیا جاتا ہے کہ حجر اسود بائیں طرف رہے۔

طواف کی نیّت

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْحَرَامِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ (ترجمہ۔ یا اللہ میں نیّت کرتا ہوں طواف کرنے کی تیرے مقدّس گھر کا۔ پس تو اسے آسان فرما دے مجھ پر اور انہیں میری طرف سے قبول فرما۔ ان سات چکّروں کو (طواف) جو محض تجھ یکتا عزّ و جلّ کی خوشنودی کے لئے (اختیار کرتا ہوں)

اب حجر اسود کے سامنے آ جائے اور موقع ملے تو حجر اسود کو بوسہ دے اور اگر ہجوم ہو تو دور ہی سے کھڑے ہو کر کانوں تک دونوں ہاتھ اُٹھا کر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (ترجمہ۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں) کہتے ہوئے دونوں ہاتھ گرا دے اور پہلا چکر بیت اللہ شریف کا شروع کر دے اور سات چکّروں میں طواف کی مختلف سات[1] دعائیں پڑھے اور دونوں ہاتھ گراتے ہوئے مقام ملتزم کے پاس کھڑے ہو کر وہاں کی مخصوص[2] دُعا پڑھے (حجر اسود اور خانہ کعبہ کی چوکھٹ کے درمیان جو جگہ ہے۔ اسے "مقام ملتزم" کہتے ہیں) یہ دعا ختم کرکے مقام ابراہیمؑ کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھے۔ نیّت نماز واجب اور طواف کی کرے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے اور سلام پھیر کر مخصوص[3] دعا مانگے۔

اب چاہِ زمزم پر آئے اور پیٹ بھر کر پانی پیئے اور یہ دُعا مانگے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ۔

(ترجمہ۔ اے اللہ میں تجھ سے وسیع رزق اور نفع رساں علم اور ہر ایک بیماری سے شفا کا مطالبہ کرتا ہوں)

(باقی آئندہ)

۱ تا ۳۔ یہ اور دیگر ہر قسم کی ایسی دعائیں "کتاب الحج" میں دیکھیئے۔

(بقیہ دنیوی و اُخروی زندگیوں کا موازنہ صفحہ ۱۲ سے آگے)

پرہیز کراتے ہو۔

(۱۰) وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُهَا ج وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ پ ۲۰ ع ۹

ترجمہ۔ اور جو تم کو ملی ہے کوئی چیز۔ سو فائدہ اُٹھا لینا ہے دُنیا کی زندگی میں اور یہاں کی رونق ہے۔ اور جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے۔ اور باقی رہنے والا۔ کیا تم کو سمجھ نہیں۔

آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا سمجھنا چاہیئے کہ دُنیا میں کتنے دن جینا ہے۔ اور یہاں کی بہار اور چہل پہل کا مزہ کبتک اُٹھا سکتے ہو۔ فرض کرو۔ دُنیا میں عذاب کبھی نہ آئے۔ تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامان جُدا کرکے رہیگا۔ پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرّہ ذرّہ عمل کا حساب دینا ہے۔ اگر وہاں کا عیش و آرام میسّر ہوگیا تو یہاں کا عیش اس کے سامنے محض ہیچ اور لاشئے ہے۔ کون عقلمند ہوگا جو ایک مکدّر و منغّص زندگی کو بے غل و غش زندگی پر، اور ناقص و فانی لذّتوں کو کامل و باقی نعمتوں پر ترجیح دے۔

(۱۱) وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ م لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ پ ۲۱ ع ۳

ترجمہ۔ اور یہ دُنیا کا جینا تو بس جی بہلانا اور کھیلنا ہے۔ اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے زندہ رہنا۔ اگر ان کو سمجھ ہوتی۔

یعنی آدمی کو چاہیئے یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے۔ کیونکہ اصلی اور دائمی زندگی وہی ہے دُنیا کے کھیل تماشے میں غرق ہو کر عاقبت کو بھول نہ بیٹھے بلکہ یہاں رہ کر وہاں کی تیاری اور سفر آخرت کے لئے توشہ درست کرے۔

بچوں کا صفحہ

پیغمبر اسلام کی زندگی کے مختصر حالات

قاضی صلاح الدین صدیقی میرٹھی

بچو! آج ہم تم کو اپنے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختصر حالات بتاتے ہیں۔ چونکہ یہ واقعہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس لیئے اس کو غور سے سنو۔

آپؐ کا نام مبارک **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور آپؐ کے والد بزرگوار کا نام عبداللہ ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۵۷۱ء میں بمقام مکہ شریف پیدا ہوئے۔ آپؐ کی پیدائش سے پہلے آپؐ کے والد بزرگوار گزر چکے تھے۔ والدہ آمنہ نے آپؐ کی پرورش کی اور بی بی حلیمہ آپؐ کو دودھ پلاتی رہیں۔ آپؐ تین سال سے کم عمر کے تھے کہ والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ آپؐ کی پرورش آپؐ کے دادا کرنے لگے۔ آپؐ کی عمر چھ سال کے قریب تھی کہ آپؐ کے دادا کا بھی انتقال ہو گیا اور آپؐ اپنے چچا ابو طالب کے زیر سایہ پرورش پانے لگے۔ آپؐ بڑے ہوئے تو تمام نبیوں کی سنت کے مطابق بکریاں چرانے لگے اس وقت کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ چھوٹا سا لڑکا جو بکریاں چرا رہا ہے۔ ایک دن ہمارا رہبر اور پیغمبر بنے گا۔ آپؐ لڑکپن ہی سے سچے تھے امین تھے۔ آپ کسی سے لکھے پڑھے نہ تھے۔ اسی لیئے آپؐ کو اُمی کہتے ہیں۔ جب آپؐ جوان ہوئے تو آپؐ نے مکہ کی ایک امیر عورت کے ساتھ جن کا نام خدیجہؓ تھا بیوپار شروع کیا۔ چونکہ آپ سچے تھے۔ اس واسطے آپؐ جہاں جاتے وہاں کے لوگ آپؐ ہی سے مال خریدتے کیونکہ آپؐ کی نگاہ میں امیر و غریب سب برابر تھے۔ جو قیمت آپؐ امیر سے لیتے وہی غریب سے لیتے۔ اس لیئے آپؐ کا مال بہت جلد فروخت ہو جاتا۔ اور نفع بھی پہلے سے زیادہ ملتا۔ آپؐ نے اسی طرح پچیس سال کی عمر تک بیوپار کیا۔ خدیجہؓ آپ کی ایمانداری، سچائی اور خوبصورتی پر گرویدہ ہو گئیں اور نکاح کی درخواست پیش کی۔ اس وقت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی اور آپؐ پچیس سال کے تھے۔ آپؐ نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور نکاح ہو گیا۔ اس کے بعد خدیجہؓ پچیس سال آپؐ کے گھر آباد رہیں۔ ایک بیٹے کے سوا آپؐ کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ سے پیدا ہوئی۔ دو بیٹے پانچ بیٹیاں تو گزر گئیں اور صرف ایک بیٹی فاطمہؓ کی اولاد ابھی دنیا میں باقی ہے۔ جب سے آپؐ نے شادی کی یہ آپؐ کا معمول ہو گیا کہ تھوڑی روٹیاں یا ستو اور پانی لے کر غار حرا میں جا بیٹھتے اور وہاں خدا کی یاد کیا کرتے اور اپنے ملک کی بری حالت دیکھ کر بہت کڑھتے۔ ملک عرب میں اس وقت بہت سی برائیاں تھیں۔ بیٹیوں کو قتل کرنا۔ جوا کھیلنا۔ شراب پینا حرامکاری اور جانوروں کو لڑانا۔ یہ سب چیزیں حد درجہ پر تھیں۔ آپؐ نے اپنی قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ جب آپؐ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپؐ نے آسمان سے ایک نورانی تخت اپنی طرف آتے دیکھا۔ جب قریب پہنچا تو اس پر ایک نورانی صورت نظر آئی۔ جس نے آپ کو پیغمبری کی خوشخبری دی اور دین کے کام سکھلائے۔

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

دوسرے مذہب والے کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ یہ بالکل ناواقفیت کی بات ہے۔ ایک شخص جس کا تمام عرب دشمن ہو۔ وہ تلوار سے کس طرح اسلام پھیلا سکتا ہے۔ اصل واقعات یہ ہیں کہ آپؐ نے چند سال کی مسلسل کوشش سے تقریباً ایک سو بیس آدمیوں کو مسلمان کیا۔ مگر عرب کے جاہل لوگ آپؐ کو اور آپؐ کے پیروکاروں کو سخت تکلیفیں دینے لگے۔ تو آپؐ نے تمام لوگوں کو حبش بھیجدیا۔ اور خود وہیں رہے۔ عرب کے کئی جاہلوں نے حبش کے بادشاہ نجاشی کے یہاں ایک وفد بھیجا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ نووارد مسلمانوں کو حبش سے نکال دے۔ مگر بادشاہ نے نہ مانا۔ اس پر کفار نے مکہ کے مسلمانوں پر زیادہ ظلم کرنا شروع کر دیا۔ جس سے تمام مسلمان تنگ آ کر دو سو پچیس میں شامل ہو مدینہ شریف میں چلے گئے۔ تھوڑے عرصہ بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں چلے گئے۔ اس واقعہ کو ہجرت کہتے ہیں۔ اور سن ہجری بھی اسی واقعہ سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن مکہ والوں نے مسلمانوں کو یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ وہ سالہا سال تک ہزار ہا آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرتے رہے۔ اور خون بہاتے رہے۔

آخر سچائی کی فتح ہوئی۔ اور مسلمانوں نے مکہ کو فتح کر لیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو ہزاروں قیدی پکڑے آئے۔ جن میں ایسے سخت دشمن بھی تھے۔ جنہوں نے آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ کا خون بہایا تھا۔ آپؐ کی پیاری بیٹی کو قتل کیا تھا۔ اگر آپؐ چاہتے تو ان کو قتل کر دیتے۔ خون کے بدلے میں مکہ کی زمین لال کر دیتے مگر آپؐ نے سب کو بخش دیا۔ ایسی مثال تاریخ دنیا میں نہیں مل سکتی

صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

(الجمعیۃ دہلی)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
ایڈیٹر
عبد المنان جہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم
لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۱۶۳۲۱ - مورخہ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء
(۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C /۳۰-۲۷۳-۱۸۴۴ - مورخہ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ ۱۲
ششماہی ۶
فی پرچہ ۴

ہفتہ وار خبریں

★ کراچی ۱۶ مئی۔ حاجیوں کا جہاز رضوانی یکم جون کو عازمین حج کو لے کر کراچی سے جدہ روانہ ہو جائے گا۔

★ لاہور ۱۶ مئی۔ اومنی بس کے ملازمین کی بھوک ہڑتال سترہویں روز میں داخل ہو گئی۔ انتظامیہ بھوک ہڑتالیوں کی یونین سے کوئی پورا تصفیہ کرنے کی بجائے انہیں ہراساں کرنے کے لئے ان کے حمایتیوں کو ڈسچارج کر رہی ہے۔ اب تک ۲۵ کے قریب ملازمین ڈسچارج کئے جا چکے ہیں۔

★ لاہور ۱۷ مئی۔ ری پبلکن پارٹی نے اپنے ہنگامی اجلاس میں مغربی پاکستان کے سیاسی بحران کے متعلق غور و خوض کیا۔ سیاسی بحران کو دور کرنے کے لئے متعدد تجاویز زیر بحث آئیں۔

★ لاہور ۔ ۱۷ مئی۔ مغربی پاکستان ہائیکورٹ کے ڈویژن بنچ نے پنجاب ٹرانسپورٹ ورکرز یونین کے ۱۳ ملازمین کی درخواست حبس بیجا سماعت کے لئے منظور کر لی۔

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کیجئے۔
"مینجر"

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔